ashrafiamonthly@gmail.com

https://aljamiatulashrafia.in

ستمبر 2022ء

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

عہدِ حاضر میں فکرِ رضا کی معنویت

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز بلاشبہ عظیم مجدد، عظیم فقیہ اور عظیم دانش ور تھے۔ وہ امتِ مسلمہ کے داخلی اور خارجی مسائل و مشکلات پر حساس نظر رکھتے تھے۔ مسلمانوں کی حالتِ زار پر آنسو بھی بہاتے تھے اور ان کی فلاح و نجات کے لیے تدبیریں بھی پیش کرتے تھے۔ ان کی فکر و نظر کا محور یہی تھا کہ اسلامی تہذیب دنیا کی ہر تہذیب پر غالب ہو اور مسلم قوم دنیا کی ہر قوم سے بلند تر ہو۔ دین و مذہب، سیاست و صحافت، معیشت و معاشرت، تعلیم و تجارت، وہ ہر میدان میں مسلمانوں کو سرخرو اور کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے انھوں نے مسلسل جدوجہد کی۔ امتِ مسلمہ کو بار بار جھنجھوڑا، علما اور قائدین کو بیدار کیا اور انھیں ان کی منصبی ذمہ داریوں سے باخبر کیا۔ ان کی کوتاہیوں پر زجر و توبیخ فرمائی، تعمیری منصوبے بنائے، خطوطِ عمل طے کیے، باہمی اتحاد کے لیے قرآن و احادیث سے دلائل دیے۔ نفرت و بے زاری کا ماحول ختم کرنے کے لیے شرعی احکام سپردِ قلم کیے۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیرِ سرپرستی

عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 46 شمارہ 9

ستمبر 2022ء

صفر المظفر 1444ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : **مبارک حسین مصباحی**

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپیے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپیے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپیے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ

750 روپیے

دیگر بیرونی ممالک

$25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	جرائم اور ان کا سدِّباب	مبارک حسین مصباحی	3

مطالعۂ قرآن

تفہیم قرآن	دورِ جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات (پانچویں قسط)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	7

مطالعۂ حدیث

درس حدیث	مقاماتِ مصطفی ﷺ کے گستاخ احادیث نبویہ کی روشنی میں	مبارک حسین مصباحی	9

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	13

نظریات

فکر امروز	پیدل سفرِ حج کی سعادتیں اور حکایتیں	مولانا فیضان سرور مصباحی	15

اسلامیات

شعاعیں	آبادی کی کثرت اور رزق کی تقسیم	مولانا پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی	20

اساطین تصوف

ذکر جمیل	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	22

رضویات

طرزِ عمل	امام احمد رضا اور اہلِ بیت اطہار سے محبت	مفتی منیب الرحمٰن	25

جادہ ومنزل

سفر نامہ	سفرنامۂ عرب (چوتھی قسط)	خالد ایوب مصباحی	28

ماہ نامہ اشرفیہ

ربطِ باہم	پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری اور ماہ نامہ اشرفیہ (دوسری قسط)	مبارک حسین مصباحی	33

بزم دانش

فکر ونظر	افکارِ رضا کی عصری معنویت	مبارک حسین مصباحی/مولانا محمد عبدالمبین نعمانی/مفتی محمد ساجد رضا مصباحی	38

ادبیات

نقد ونظر	سراج العربیہ ایک جائزہ	تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی	48
	مناقب خواجہ محمود دریائی سہروردی، ایک جائزہ	تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی	49
خیابان حرم	نعت ومنقبت	مہتاب پیامی/سرکار محبوب ذات علیہ الرحمہ/مولانا محمد قاسم ادروی مصباحی	53

مکتوبات

صداے باز گشت	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری/محمد عارف رضا مصباحی/سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	54

سرگرمیاں

خیر وخبر	سلطان سید اشرف جہانگیر کی تعلیمات عام کریں/جامعہ گلشن فاطمہ بنگلور میں تقریب	56

جرائم اور ان کا سدّ باب

مبارک حسین مصباحی

یہ ایک ناقابل تردید سچائی ہے آج عام طور پر مسلمان مختلف سمتوں میں پریشان ہیں، مسلمانوں کی زبوں حالیوں اور پریشانیوں کی مختلف جہتیں ہیں، مذہبی، معاشرتی، اقتصادی، انتظامی، سیاسی، تجارتی، ملکی اور بین الاقوامی وغیرہ۔ اب ان چند صفحات میں ہم تمام گوشوں کا حل نہیں نکال سکتے، زیادہ سے زیادہ کچھ اسلام کی اصولی باتیں پیش کر سکتے ہیں، ان میں ہر موضوع پر ہماری معلومات محدود ہیں اور ہم ہی کیا، فردِ واحد تمام شعبوں میں علم و مہارت رکھے، ایسا عام طور پر بہت کم دیکھا جاتا ہے۔ ہاں قرآن عظیم اللہ تعالی کی جامع کتاب ہے اور عالم غیب پیغمبر مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی احادیث کریمہ ہیں۔ ان دونوں ماخذوں سے دنیا و آخرت کے تمام مسائل کا جواب اور مشکلات کا حل پیش کیا جا سکتا ہے، مگر آج کے دور میں علم و معرفت کے ایسے مخلصین کی تعداد نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ علماے ربانیین اور حق و صداقت کے پیکر مشائخ آج بھی ہیں مگر زمانہ جوں جوں قربِ قیامت کی جانب بڑھ رہا ہے مخلصین علما اور مشائخ کی تعداد مسلسل کم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو بھی اپنے صداقت شعاروں کے نقوشِ قدم پر چلنے اور ان کے فرمودات پر عمل کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

آج عام طور پر علما پر دنیا کی حرص و ہوس غالب ہے۔ اسی طرح صوفیت کا لبادہ اوڑھ کر کتنے ہی بازی گر گھوم رہے ہیں۔ مسئلہ صرف مسلمانوں کا نہیں دیگر مذاہب میں بھی یہی حال ہے، پہلے تو ان کے پاس ایمان کی دولت نہیں اور جب اصل ایمان ہی سے محروم ہیں تو عمل کی تابندگی کہاں سے پیدا ہوگی۔

کاروبار اور تجارت:

خیر آج دنیا میں بہت سے مسائل ہیں، جس طرف رخ کیجیے، حال کی بے حالی اور مستقبل کے اندیشے نظر آتے ہیں انسان اپنی سوچ و فکر کی بنیاد پر اپنے مسائل حل کرنے کے لیے سرگرداں نظر آتا ہے، تدبیر کرتا ہے، منصوبے بناتا ہے، ہم نواؤں کو ساتھ لیتا ہے، سیاسی اور سماجی تعاون حاصل کرتا ہے۔ کبھی اس کی تدبیریں کامیاب ہوتی ہیں اور کبھی ناکام۔ ایک انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنی تدبیروں اور منصوبوں پر بھروسا کرتا ہے، انھی سوچ و فکر کی پگڈنڈیوں پر وہ چلتا ہے، ایسا ہرگز نہیں کہ خود کی سوچی تدبیریں اور اپنے بنائے منصوبے ہمیشہ ناکام ہوتے ہیں، ترقی اور تنزلی انسانی سوچوں اور اس کے کاموں میں آتی جاتی رہتی ہیں، اللہ تعالی نے بذریعہ تجارت کسبِ معاش میں 9 حصے برکت رکھی ہے اور ایک حصے کی برکت باقی سب کے لیے، وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ انسان جب کوئی کاروبار اور تجارت کرتا ہے تو اس میں نفع اور نقصان کے دونوں پہلو ہوتے ہیں، حیرت انگیز فائدے بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور تباہ کن نقصانات بھی۔ اسلام میں یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ اس بحث سے دفتر کے دفتر روشن کیے جا سکتے ہیں۔ تجارت کے شرعی آداب کیا ہیں؟ مال کس طرح خریدا جائے؟ کاروبار کے لیے مال کہاں سے خریدنا چاہیے؟ خرید و فروخت کے شرعی تقاضے کیا ہیں؟ بعض تاجر دھوکا دینے اور جھوٹ بولنے میں کامیابی تصور کرتے ہیں، بات بات میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ بعض دکاندار تو اپنی خریداری کے غلط بل تیار کر لیتے ہیں، عام طور پر خریداروں کو دکھاتے ہیں، یہ دیکھو بھائی ہماری خریداری بھی اتنے کی ہے، بعض اوقات تو خریداری سے کم ہی میں مال فروخت کر دیتے ہیں۔

اسی طرح بعض مقامات پر پلاٹنگ میں غیر شرعی امور انجام دیے جاتے ہیں۔ کچھ بلڈر بھی فلیٹس کی بکنگ میں فریب دہی کرتے ہیں۔ طے شدہ رقم تو متعدّد قسطوں میں وصول کر لیتے ہیں، مگر جس مٹیریل کی بات طے تھی وہ نہیں لگاتے، یا وقت پر فائنل کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ پہلے روابط قائم کر لیتے ہیں اور دوسروں کی زیر تعمیر بلڈنگیں دکھا کر فلیٹس بک کر دیتے ہیں اور دو ایک قسطیں وصول بھی کر کے دوسرے لوگوں کو فروخت کر دیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو ایک ہی فلیٹ یکے بعد دیگرے متعدّد افراد کو فروخت کر دیا جاتا ہے، مگر وہ فلیٹوں کے مالک تو ہوتے نہیں اس لیے انہیں تلاش کرتے رہیے۔ یہ دھوکے باز دوسرے شہروں میں اپنا فراڈی عمل شروع کر دیتے ہیں۔

زناکاری اور بدکاری:

زناکاری اور بدکاری کا تعلق بھی کسی مذہب کے افراد کے ساتھ خاص نہیں، یہ منحوس عمل مسلسل جاری رہتا ہے، اس سلسلے میں خاص

mubarakmisbahi@gmail.com

بات یہ ہے کہ ہمارے ملک ہند میں زنا بالجبر تو بہت بڑا جرم ہوتا ہے مگر زنا بالرضا یعنی دونوں بخوشی کرنا چاہیں تو یہ کوئی جرم نہیں بنتا، اور عام طور پر بخوشی ہی زنا اور بدکاری کی لعنت عام ہے۔ اب جو لڑکیاں شہروں میں، کالج یا یونیورسٹی وغیرہ میں زیر تعلیم ہیں وہ بھی عشق و سرمستی کے جنون میں ملوث ہو جاتی ہیں، اور پھر زنا کاری کے عمل کے لیے مختصر وقت درکار ہوتا ہے، اور بڑے شہروں میں گھنٹے دو گھنٹے کے لیے، کرائے پر دینے کے لیے، چھوٹے چھوٹے مقامات رجسٹرڈ بنا دیے گئے ہیں۔ اب آپ خود غور کریں بخوشی زنا کی تو مکمل سہولت ہے، اور معاملہ صرف ایک تک محدود نہیں ہوتا بلکہ لڑکے اور لڑکیاں متعدّد نوجوانوں سے رابطے میں رہتے ہیں، مسئلہ ان مقامات کا نہیں بلکہ اپنی بدعملی کا زہر گھولنے کے لیے کسی بھی خالی مقام کو استعمال کیا جا سکتا ہے، اور کیا ہی جاتا ہے۔

مسئلہ صرف اسٹوڈنٹس کی حد تک نہیں، بلکہ عام سماج میں بھی نوجوان یا جوان اپنی ہوس کی آگ بجھانے کے لیے اپنے عزیز رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا استعمال بھی خوب کرتے ہیں، بعض اوقات نوجوان لڑکیوں کو شادی کرنے کا جھانسا دے کر بھی اپنی ہر ہوس کی تکمیل کرتے رہتے ہیں اور یہ زنا کاری اور بدکاری کا عمل دو چار بار نہیں بلکہ بعض اوقات تو برسوں تک جاری رہتا ہے، پھر جب لڑکیاں نکاح کرنے کی خواہش کا اظہار کرتی ہیں تو موصوف تیار نہیں ہوتے اور لڑکیاں اور ان کے اہل خانہ احتجاج کرتے ہیں اور میڈیا میں بھی یہی آتا ہے کہ لڑکیوں کے ساتھ مسلسل زنا کاری اور بدکاری کرتا رہا، بعض اوقات برسوں کی قید بھی ہوتی ہے کہ، تین برس یا دو برس وغیرہ سے۔ اب ایک دردناک سوال یہ ہے کہ لڑکی تو اپنا مستقبل سنوارنا چاہتی ہے اس لیے اپنے جسم کو پیش کر رہی ہے اور ہونے والے شوہر کی ہر خواہش کی تکمیل کر رہی ہے، حالاں کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں میں بھی یہ عمل انتہائی ناپسندیدہ ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لڑکیوں کے متعلقین بھی جان کر نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔

آج مندروں میں جو عیاشیوں کا بازار گرم ہے۔ نوجوان لڑکیوں کو جس چابک دستی سے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا جاتا ہے، یہ ایک لمبی داستان ہے، تھوڑا بہت میڈیا میں آتا ہی رہتا ہے۔ بات صرف کسی ایک لڑکی کی نہیں بلکہ دوشیزاؤں کی لمبی لائن ہوتی ہے اور ان کے دل و دماغ کو مہنتوں اور پجاریوں سے متاثر کرنے کا سارا کام یہی بچولیا خواتین انجام دیتی ہیں۔ ہم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ بعض لڑکیاں نہ صرف شب باشی کرتی ہیں، بلکہ ان مہنتوں کے جھوٹے قصے اور فائدہ پہنچانے والی من گڑھت کہانیاں بھی بیان کرتی رہتی ہیں، لڑکیوں کے اہل خانہ بھی فریب زدہ رہتے ہیں مگر جب حقائق بے نقاب ہوتے ہیں تو اہل خانہ بھی سادھو سنتوں اور مہنتوں کی مخالفت میں پیش پیش ہو جاتے ہیں۔ صرف ہمارے ملک کے درجنوں مہنت جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں مگر ان گرفتار شدگان کی تعداد تو ابھی انتہائی قلیل ہے، بڑی تعداد آج بھی جنونِ عشق میں گرفتارِ بلا ہے، سرمستیوں کی بانہوں میں ہچکولے کھا رہی ہے اور زنا کاری اور بدنگاہی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا۔

اب ان تمام خرافات کا علاج کیا ہے؟ یہ اہم اور دردناک سوال ہے۔ ہم کم از کم مسلمانوں سے تو باادب عرض کر سکتے ہیں، اس لعنت کے ذمہ دار تو آپ خود ہیں، پریشانیاں اگر سر پر ہیں تو اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔

حکومتوں کے غیر مناسب رویے:

بی جے پی کی سابق قومی ترجمان نوپور شرما نے جو بارگاہ رسول ﷺ میں گستاخی کی اس کی نہ صرف ہندوستان بلکہ عالمی سطح پر زبردست مذمت کی گئی، مسلمانانِ ہند نے احتجاجات کیے مگر برسر اقتدار پارٹی نے مرکز سے کوئی نوٹس نہیں لیا، مگر جب عالمی سطح پر اس کے خلاف سخت آواز بلند ہوئی ہندوستانی مصنوعات کی ایکسپورٹ پر شدید رویہ اختیار کیا گیا، عرب ممالک کے بعض شیوخ اور کمپنیوں نے ہندوستانیوں کو باعزت واپس کرنا شروع کر دیا تو سینٹرل گورنمنٹ نے اس بدباطن کو پارٹی سے بے دخل کیا، اس کے علاوہ چند اور افراد کے خلاف ظاہری کارروائی کی گئی، واضح رہے کہ حکومت نے نوپور شرما کو باہر کا راستہ دکھایا مگر مکمل سیکورٹی اسے حاصل ہے۔ اسی طرح اور بھی چند افراد بدتمیزیاں کرتے ہی رہتے ہیں مگر حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ تلنگانہ بی جے پی کے ممبر اسمبلی ٹی راجا سنگھ نے گستاخی کا ارتکاب کیا، ملک بھر میں اس کی بدتمیزی کے خلاف آوازیں بلند کی جا رہی ہیں، شدید احتجاج میں کہا جا رہا ہے کہ اسے گستاخی کے جرم میں اسی وقت گرفتار کیا جائے۔ حیدرآباد میں مسلمانوں نے زبردست احتجاج کیا، مقامِ افسوس ہے کہ تلنگانہ پولیس نے اسے گرفتار کیا، اور چند گھنٹوں کے بعد رہا بھی کر دیا، سنگین صورت حال کے پیش نظر اسے پارٹی سے معطل بھی کر دیا گیا، واضح رہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

کالجز اور یونیورسٹیز میں مسلم لڑکیوں کے پردے کے خلاف مسلسل زہر اگلا جا رہا ہے۔ چند ماہ قبل یہ عمل کرناٹک میں میسور کے قریب کے

ایک کالج سے شروع ہوا تھا، پھر قرب وجوار کے متعدّد کالجوں میں بھی اسی بد تہذیبی کا مظاہرہ کیا گیا، ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس کی افسوس ناک آوازیں سنائی دیتی رہیں، حالاں کہ یہ ایک اچھی رسم ہے اور شرعی قانون کے مطابق لازمی بھی ہے، مگر بھینس کے آگے بین بجانے کا حاصل کچھ نہیں۔ اس بے ہودگی کا ایک بڑا فائدہ یہ سامنے آیا کہ جن کالجز میں آج بھی باپردہ تعلیم حاصل کرنے کا انتظام ہے وہاں مسلم لڑکیوں کی کثرت ہونے لگی اور مسلمانوں نے بھی اپنی درس گاہوں کے قیام کی درخواست گزاری شروع کردی، یہ عمل بہت پہلے ہونا چاہیے تھا، خیر دیر آید درست آید۔

دنیا کے چند ممالک میں لاؤڈ اسپیکر سے اذان دینے پر بھی پابندی ہے، اذان کی آواز سے نقصان کی بات کرنا فضول ہے، جن آبادیوں میں پابندی سے اذانیں ہوتی ہیں وہاں کے فوائد بے شمار ہیں۔ کرناٹک ہائی کورٹ نے لاؤڈ اسپیکر سے اذان پر پابندی کا مطالبہ مسترد کردیا۔ کرناٹک ہائی کورٹ نے اپنے اس اہم فیصلہ میں کہا؛ اذان کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے بنیادی آئینی حقوق کی خلاف ورزی نہیں، عرضی میں اذان میں خدا کی کبریائی کے اقرار پر اعتراض کیا گیا تھا، عرضی گزار منجوناتھ ایسلاور کے ذریعے اس بنیاد پر اذان لاؤڈ اسپیکر سے دیے جانے پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ ہائیکورٹ نے مساجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے سے روکنے کا حکم دینے سے انکار کردیا۔

درخواست میں کہا گیا تھا کہ ”اذان دینا مسلمانوں کا ایک لازمی مذہبی عمل ہے“۔ فیصل بورڈ نے کہا کہ درخواست گزار نے خود بھی عرضی میں کہا ہے ”اسلام میں اذان ایک ضروری مذہبی عمل ہے“۔ فیصل نے اپنے حکم میں یہ بھی کہا کہ ہندوستانی آئین کے آرٹیکل 25 اور 26 رواداری کے علامت ہیں، جو ہندوستانی تہذیب کی خصوصیت ہے۔ آرٹیکل 25 لوگوں کو آزادانہ طور پر اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا بنیادی حق فراہم کرتا ہے۔ ہائی کورٹ کے بنچ نے مزید کہا کہ مذکورہ بالا حق مطلق نہیں، لیکن یہ عوامی نظم ونسق، اخلاقیات اور صحت کے ساتھ آئین کے حصہ 3 کے تحت دیگر حقوق کی بنیاد پر پابندیوں سے مشروط ہے۔

سدّ باب کے طریقے:

یہ تو چند چیزیں ہم نے ذکر کی ہیں، اگر تفصیل سے ملکی اور عالمی حالات پر نظر کی جائے تو دفتر کے دفتر تیار ہو جائیں، مگر اپنی تحریر کے چند صفحات میں انہیں سمیٹنا ممکن بھی نہیں، اور پھر یہ بڑا کام فرد واحد کا نہیں، بلکہ ٹیم ورک ہے، اور اس کے لیے طویل وقت درکار ہے اور ہم ان دونوں چیزوں سے محروم ہیں، اس لیے چند اصولی باتیں ہم ذکر کریں گے۔

آپ یہ جانتے ہیں کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جنھیں دنیا کا ہر مذہب اچھا کہتا ہے، اور جو افراد اپنی کم نصیبی سے کسی مذہب کو نہیں مانتے وہ بھی کسی نہ کسی وقت ان چیزوں کو اچھا ہی کہتے ہیں۔ بعض چیزیں بد ترین ہیں جس سے دنیا کا ہر مذہب والا اور دہریہ بھی انہیں برا ہی کہتا ہے۔ انسان کا اچھی چیزوں کو ترک کرنا الگ بات ہے، مگر انھیں اچھا نہ کہنا الگ بات ہے۔ خیر اس بحث کو ہم یہیں ترک کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر سچ بولنا، دیانت داری اور حق کا ساتھ دینا یہ دنیا کے بہترین کام ہیں، ہم نہیں سمجھتے کی کوئی انسان سچ بولنے، دیانت داری اور حق کا ساتھ دینے کو برا کہے گا، بلکہ دنیا کا ظالم ترین انسان بھی یہی کہے گا کہ سچ بولنا اور حق کا ساتھ دینا ایک اچھے انسان کا وطیرہ ہونا چاہیے، یہ دوسری بات ہے کہ وہ خود مسلسل جھوٹ بولتا ہے، بد دیانتی کرتا ہے، اور کبھی حق کا ساتھ دینے کو تیار نہیں ہوتا، یعنی کہنے اور کرنے میں ہمیشہ فرق رہتا ہے۔ ماقبل میں جو چیزیں ہم نے بیان کی ہیں ان کی بڑی وجہ صداقت شعاری سے دوری، حق گوئی اور نیک عمل سے بیزاری ہے۔ وقتی طور پر اگر کوئی انسان اپنی غلط بات رکھتا ہے اور زورِ بیان سے دلائل کے انبار لگا دیتا ہے، یہ الگ بات ہے، مگر جب وہ سنجیدگی سے غور کرتا ہے تو اس کا دل ملامت کرتا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

ہم نے مندروں میں ہونے والی بعض خرافات، سماج اور کالجز میں ہونے والی زنا کاریوں اور بدکاریوں کا ذکر کیا، اب آپ ذرا غور کریں کہ لڑکیوں کو بری نظر سے دیکھنا، چھیڑ چھاڑ کرنا، بدکاری اور زنا کاری یہ سب ایسی ناپاک چیزیں ہیں، جنھیں دنیا کا ہر انسان برا کہتا ہے، اس میں بھی دھوکا دہی اور فراڈ کا عمل دخل بھرپور ہوتا ہے۔ ایک یہ چیز محلِ غور ہے کہ ہمارے ملک اور دیگر چند ملکوں میں بخوشی زنا کاری معیوب نہیں، مگر یہ ہم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ غلط کام تو غلط ہے، زبردستی ہو یا بخوشی، مزید کچھ عرض کرنا مناسب نہیں۔

یہی معاملہ تجارت اور کاروبار کا ہے، اس میدان میں دولت مندی کی ہوس انسان کو تباہ کیے دیتی ہے، سچائی کے ساتھ اگر تجارت کی

جائے تو اس میں اطمینان و سکون بھی ہوتا ہے اور برکت و مقبولیت بھی ہوتی ہے۔ اسلام میں بھی نیک تاجروں کی بڑی فضیلت ہے، ہمارے بزرگوں نے بھی تجارتیں کی ہیں۔ شریعت میں خرید و فروخت کے تفصیلی مسائل ہیں۔ سچ، حق اور دیانت داری کی یہاں بڑی اہمیت ہے، خلافِ حق کرنے، بد دیانتی اختیار کرنے اور کذب و فریب کی راہ وقتی طور پر مفید معلوم ہوتی ہے مگر ایسے تاجر ہمیشہ ذہنی اور فکری الجھنوں میں گرفتار رہتے ہیں، ان کے چہروں سے بد حواسی اور بے اطمینانی صاف دکھائی دیتی ہے، ان کی نقل و حرکت سے ناقابلِ بیان اضطرابی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ سکون برکت سے حاصل ہوتا ہے اور برکت فضل الٰہی سے ہوتی ہے، اور فضلِ رب تعالیٰ حق، سچ اور دیانت داری سے میسر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام تاجروں کو حق، سچ اور دیانت داری کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

آخر میں ہم نے رسول کریم ﷺ کے چند حالیہ گستاخوں کا تذکرہ کیا، ہم کسی پارٹی کی بات نہیں کرتے اور نہ کسی مذہب پر کوئی طنز کر رہے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہندوؤں کے 84 کروڑ سے زیادہ دیوی دیوتا ہیں، مسلمانوں نے کبھی برائی کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے؟ یہ بد معاش شانِ رسالت مآب ﷺ میں کیوں گستاخیاں کرتے ہیں، ان کا نشانہ مذہب نہیں بلکہ دولت، شہرت اور اقتدار کا لالچ ہے، ان کی نظر اس پر نہیں ہوتی کہ کیا کہہ رہے ہیں بلکہ ان کی نظر بد کردار، جھوٹے اور مکار سیاسی اور مذہبی داتاؤں پر ہوتی ہے کہ ہمارے دنیادار آقاؤں کی خوشی کہاں سے اور کیسے میسر آئے گی؟ خاص طور پر جن علاقوں میں الیکشن ہونے والے ہوتے ہیں عام طور پر انھی علاقوں میں یہ بد معاشیاں ہوتی ہیں، حالاں کہ انھیں معلوم ہونا چاہیے ہمارے آقا نبی کریم مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ مسلمانوں کے لیے ہی رحمت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. ارشاد باری ہے: اے محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہی حال مسلمانوں کا لاؤڈ اسپیکر سے اذانوں کا ہے۔ کرناٹک ہائی کورٹ نے بھی فیصلہ سنا دیا کہ اس سے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ جب کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تو اس کے بے شمار فوائد ہیں۔

اب ہم ذیل میں نبی کریم ﷺ کے دو ارشادات نقل کرتے ہیں:

(1)- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو دھوکا نہ دو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے رخ نہ موڑو، اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر اپنا سودا نہ کرے۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! باہم بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر نہ تو ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے، اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے، تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے (اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا)۔ کسی مسلمان کے لیے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ایک مسلمان پر دوسرے کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو پامال کرنا حرام ہے۔

(أخرجه الترمذي فی السنن كتاب: البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی شفقة المسلم علی المسلم۔ 4/ 1986)

(2)- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت (کی پامالی) اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے۔ (آپ ﷺ نے قلب اطہر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:) تقویٰ یہاں ہے، کسی مسلمان کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (أخرجه الترمذي فی السنن كتاب: البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب ماجاء فی شفقة المسلم علی المسلم۔ ٤/ ٣٢٥)

ان احادیث نبویہ پر آپ سنجیدگی سے غور کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّقْوَی هَا هُنَا[وَيُشِيرُ إِلَی صَدْرِهِ ثَلَاثَ مِرَاتٍ]بِحَسْبِ اِمْرِئٍ مِنْ اَلشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ اَلْمُسْلِمَ كُلُّ اَلْمُسْلِمِ عَلَی اَلْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُه وعِرْضُهُ. [رواه مسلم]

یعنی رسول اللہ ﷺ نے تین بار اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے۔ ایک انسان پر حرام ہے کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر اور ذلیل جانے، ہر مسلمان پر حرام ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی جان و مال پر حملہ کرے یا اس کی آبرو ریزی کرے۔

ان الفاظ کی تہوں میں داخل ہو کر آپ سوچیں کہ آقا کریم ﷺ نے دنیا کے مسائل کا حل پیش فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

*****

پانچویں قسط

دور جاہلیت کی رسومات اور قرآنی تعلیمات

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

دور جاہلیت کی رسومات کی فہرست بڑی طویل ہے، قدیم عرب بنیادی عقائد، اشہرحرم اور مناسک حج کے علاوہ دیگر امور ومعاملات میں انتہائی غلط اور بے بنیاد رسموں کے پابند تھے، بطور خاص شخصی، ازدواجی، عائلی اور معاشرتی زندگی کے سلسلے میں عربوں میں کچھ ایسی رسمیں متعارف تھیں جنھیں کوئی بھی عقل سلیم تسلیم نہیں کر سکتی، قرآن کریم نے ایسی تمام جاہلانہ اور معاندانہ رسومات کی بیخ کنی کی، اور صبح قیامت تک آنے والے انسانوں کو ایک ایسا جامع اور خوب صورت نظام زندگی عطا فرمایا جس سے معاشرے کے ہر فرد کی جان ومال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہو جاتی ہے، اور ہر شخص آزادانہ طور پر کامیاب اور بامقصد زندگی گزار سکتا ہے۔

معاشرے میں رائج غلط رسومات کے خلاف قرآن کریم کے صدائے احتجاج کی کچھ مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

متبنی اولاد کے لیے صلبی اولاد کے احکام:

دور جاہلیت کی ایک عام رسم یہ تھی کہ لوگوں کو کوئی بچہ پسند آجاتا تو وہ اسے اپنا متبنی بنا لیتے، یعنی اسے اپنا منھ بولا بیٹا قرار دیتے، پھر اس کے لیے وہی احکام روا رکھتے جو صلبی اولاد کے لیے ہوتے ہیں، یعنی

1- اسے اس کے حقیقی باپ سے منسوب کرنے کے بجائے اپنی طرف منسوب کر کے پکارتے، اور اس کا نسب مشتبہ کر دیتے۔

2- اس کی بیوی کو سگی بہو کا درجہ دیتے، اسی لیے طلاق کے بعد لے پالک کی منکوحہ سے نکاح کو ایسے ہی معیوب سمجھتے جیسے طلاق کے بعد سگی بہو سے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔

3- میراث میں صلبی اولاد کے برابر متبنی کو بھی حصہ دیتے، اور اسے میراث میں برابر کا حصہ دار ٹھہراتے۔

قران کریم نے شرعی حدود میں رہتے ہوئے کسی بچے کو گود لینے سے منع نہیں کیا، البتہ متبنی کو صلبی اولاد کے مثل ماننے اور اس پر حقیقی اولاد کے احکام نافذ کرنے سے منع فرمایا، ارشاد باری ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵

(الاحزاب-4،5)

اللہ نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارا حقیقی بیٹا نہیں بنایا، یہ تمھارا زبانی دعوا ہے، اللہ حق بات بیان فرماتا ہے، اور وہی سیدھے راستے کی راہ نمائی فرماتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ سے منسوب کر کے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، تو اگر تمھیں ان کے حقیقی باپ کا علم نہ ہو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور دوست ہیں، جو تم نے غلطی سے کہا اس پر کوئی گناہ نہیں، لیکن جو عمداً کہا اس پر مواخذہ ہے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات بینات نے واضح کر دیا کہ متبنی اولاد حقیقی اولاد کی طرح نہیں ہے، اسی لیے متبنی کو اس کے حقیقی باپ سے منسوب کر کے پکارا جائے، اس کو وراثت میں حصہ نہ دیا جائے، اور اس کی منکوحہ سے پردہ کیا جائے، اور اگر پرورش کرنے والا باپ اپنے متبنی کی مطلقہ سے اس کی عدت کے بعد نکاح کرنا چاہے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔

قرآن کریم نے ان دو آیات میں متبنی کے تعلق سے معاشرے میں رائج تمام غلط نظریات و رسومات کو ختم کر دیا، اور انھیں ایسے نظام سے متعارف کرایا جس سے نہ صرف یہ کہ نسب محفوظ ہوتے ہیں، بلکہ ہر شخص کو اس کے جائز حقوق عطا ہوتے ہیں، اور کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی، اور ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں ہر حق دار کو اس کا حق دیا جاتا ہے اس معاشرے میں ہر طرف محبت وخوش حالی ہوتی ہے، اور کسی کے دل میں نفرت وعداوت نہیں پنپتی۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بے روزگاری کی وجہ سے اولاد کا قتل:

دور جاہلیت کی ایک منحوس رسم یہ بھی تھی کہ بہت سے افراد بے روزگاری کے خوف اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے، کچھ لوگ واقعتاً مفلس ونادار ہوا کرتے تھے، اور وہ لوگ مفلسی اور تنگ دستی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے، ایسے افراد کے لیے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ [الأنعام:151]

اور بے روزگاری کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمھیں بھی روزی دیں گے اور انھیں بھی۔

اور کچھ لوگ نادار تو نہیں ہوتے تھے، لیکن انھیں اس بات کا اندیشہ ہوا کرتا تھا کہ اگر بچے زندہ رہیں گے، اور ساتھ میں کھاتے پیتے رہیں گے تو ہم مفلس اور بے روزگار ہو جائیں گے، اسی خوف سے وہ بچوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، ایسے افراد کے لیے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔[الإسراء:31]

اور بے روزگاری کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انھیں بھی روزی دیں گے اور تمھیں بھی، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

بے روزگاری کے نام پر اولاد کو قتل کرنا ایک نہیں کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، کیوں کہ اس میں سب سے پہلے ناحق قتل ہے، دوسرے اولاد پر ناقابل معافی ظلم ہے، اور تیسرے اللہ کی رزاقیت پر شک اور اس کی بندہ پروری پر عدم توکل ہے، اسی لیے حدیث پاک میں اس گناہ کو شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا:

سَأَلْتُ -أَوْ سُئِلَ- رَسولُ اللهِ ﷺ: أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللهِ أَكْبَرُ؟ قالَ: أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وهو خَلَقَكَ. قُلتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ معكَ. قُلتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قالَ: أَنْ تُزانِيَ بحَلِيلَةِ جارِكَ. قالَ: ونَزَلَتْ هذِه الآيَةُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ رَسولِ اللهِ ﷺ: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ. (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ فرقان)

یعنی میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے، فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جب کہ وہ تمھارا خالق ہے۔

میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، فرمایا: دوسرا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمھارے ساتھ کھائیں گے۔

پھر میں نے پوچھا کہ اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کیا ہے، فرمایا: اس کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو۔

آپ کے اس ارشاد کی تصدیق بن کر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ۔[الفرقان:68]

یعنی اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اور اللہ نے جس جان کے قتل کو حرام کیا اسے ناحق قتل نہیں کرتے، اور بدکاری نہیں کرتے، اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا۔

ان آیات واحادیث کے مطابق قرآن کریم نے دور جاہلیت میں رائج اولاد کے ناحق قتل کی مذموم رسم کا خاتمہ کر دیا، اور اللہ کی رزاقیت پر کامل اعتماد کرتے ہوئے، اپنی اور اپنی اولاد کے روزگار کی فکر سے آزاد ہو کر شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی تعلیم دی۔

بچیوں کو زندہ در گور کرنے کی رسم:

دور جاہلیت کے بیش تر افراد بچیوں سے نفرت کیا کرتے تھے، ان کو اپنے لیے باعث ننگ وعار تصور کیا کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جب ان کے گھر بچی کی پیدائش ہوتی تو مغموم ہو جاتے، چہرے اداس ہو جاتے، اور ہر طرف مایوسی پھیل جاتی، پھر اس بے قصور نومولود سے نجات پانے کی مذموم کوششیں کرتے، اور اس کا قصہ تمام کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھتے، قرآن کریم نے اس بری رسم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ (النحل:58-59)

(جاری)

درسِ حدیث

مقاماتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ

احادیث نبویہ کی روشنی میں

مبارک حسین مصباحی

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے آخری رسول ﷺ کو سارے انبیاے کرام سے زیادہ فضیلتیں عطا فرمائی ہیں۔ اللہ کریم جلّ مجدہٗ نے آپ کو غیب کا علم بھی عطا فرمایا ہے۔ غیب داں رسول ﷺ نے دنیا کے مجرمین کا ذکر فرمایا ہے اور اپنے گستاخوں کے قبیح چہروں کو دکھایا ہے اور پیدا ہونے والے گستاخوں کے حلیے اور اوصاف بھی صاف بیان کیے ہیں۔ گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ عہدِ رسالت سے لے کر آج تک مختلف ناموں سے سامنے آتے رہے۔ آج بھی دنیا میں بنام مسلم کثیر فرقے موجود ہیں، ہم ان کے ناموں سے قصداً گریز کرتے ہیں۔ ہم یہاں صرف احادیث نبویہ اور ان کے ترجمے پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، یہ آئینہ ہے حق و باطل کا، اگر ممکن ہو تو تمام فرقوں کے لوگ اپنی مذہبی فکروں کے چہرے ان آئینوں میں دیکھیں اور دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ غور کریں کہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی کا کوئی ادنیٰ سا پہلو ان کے افکار اور معمولات میں تو نہیں ہے۔ فتدبر یا اولی الأبصار.

1. عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُوالْخُوَيْصَرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ: يَا رَسُولَ اللهِ، اعْدِلْ، قَالَ : وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ فَقَالَ عُمَرُ : ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ : لَا، إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَ صِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّيْنِ كَمُرُوْقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَنْظُرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيْهِ شَيئٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيْهِ شَيئٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَيئٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيْهِ شَيئٌ، قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَ الدَّمَ يَخْرُجُونَ عَلَى حِيْنَ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ. قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ : أَشْهَدُ لَسَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، وَ أَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِيْنَ قَاتَلَهُمْ فَالْتُمِسَ فِي الْقَتْلَى فَأُتِيَ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعْتَ النَّبِيُّ ﷺ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ مالِ (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نامی شخص جو کہ بنی تمیم سے تھا، نے کہا: یارسول اللہ! انصاف کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، کیوں کہ اس کے ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے، پھر اس کے پیکان پر کچھ نظر نہیں آتا، اس کے پٹھے پر بھی کچھ نظر نہیں آتا، اس کی لکڑی پر بھی کچھ نظر نہیں آتا اور نہ اس کے پروں پر کچھ نظر آتا ہے، وہ گوبر اور خون کو بھی چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔ وہ لوگوں میں فرقہ بندی کے وقت (اسے ہوا دینے کے لیے) نکلیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی کا ہاتھ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہو گا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث پاک حضور نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے اور میں (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا جب ان لوگوں سے جنگ کی گئی، اس شخص کو مقتولین میں تلاش کیا گیا تو اس وصف کا ایک آدمی مل گیا جو حضور نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔“

الحديث رقم 1 : أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : الأدب، باب : ماجاء في قول الرجل ويلک، 5/ 2281، الرقم : 5811، و في كتاب : استتابة المرتدين والمعاندين و قتالهم، باب : من ترک قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه، 6/ 2540، الرقم : 6534، و مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : ذكر الخوارج و صفاتهم، 2/ 744، الرقم : 1064، و النسائي في السنن الكبري، 5/

mubarakmisbahi@gmail.com

159، الرقم : 8561.8560، 6/ 355، الرقم : 11220، و أحمد بن حنبل في المسند، 3/ 65، الرقم : 11639، و ابن حبان في الصحيح، 15 / 140، الرقم : 6741، و البيهقي في السنن الكبري، 8/ 171، و عبدالرزاق في المصنف، 10/ 146.

2-عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ ؓ يَقُولُ : بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ؓ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنَ اليمن بِذُهَيْبَةٍ فِي أَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا. قَالَ : فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ ابْنِ بَدْرٍ وَ أَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَ زَيْدِ الْخَيْلِ وَ الرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ وَ إِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهَذَا مِنْ هَؤُلَاءِ قَالَ : فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ : أَلاَ تَأْمَنُوْنِي وَ أَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِيِني خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَ مَسَاءً، قَالَ : فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ العَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاشِزُ الجَبْهَةِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، مُشَمَّرُ الإِزَارِ. فَقَالَ : يَارَسُولَ اللهِ، اتَّقِ اللهَ، قَالَ : وَيْلَكَ أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللهَ؟ قَالَ : ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ خَالِدُ بْنُ الوليد : يَا رَسُولَ اللهِ! أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ : لاَ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي. فَقَالَ خَالِدٌ : وَ كَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنِّي لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ، وَلاَ أَشُقَّ بُطُونَهُمْ، قَالَ : ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ، فَقَالَ : إِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِيءِ هَذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَما يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. وَ أَظُنُّهُ قَالَ: لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چمڑے کے تھیلے میں بھر کر کچھ سونا بھیجا، جس سے ابھی تک مٹی بھی صاف نہیں کی گئی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا، عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید بن خیل اور چوتھے علقمہ یا عامر بن طفیل کے درمیان۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی نے کہا: ان لوگوں سے تو ہم زیادہ حق دار تھے۔ جب یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے امانت دار شمار نہیں کرتے؟ حالاں کہ آسمان والوں کے نزدیک تو میں امین ہوں۔ اس کی خبریں تو میرے پاس صبح و شام آتی رہتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر ایک آدمی کھڑا ہو گیا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئیں، اونچی پیشانی، گھنی داڑھی، سر منڈا ہوا اور اونچا تہبند باندھے ہوئے تھا، وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! خدا سے ڈریں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، کیا میں تمام اہل زمین سے زیادہ خدا سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں؟ سو جب وہ آدمی جانے کے لیے مڑا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو، شاید یہ نمازی ہو، حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: بہت سے ایسے نمازی بھی تو ہیں کہ جو کچھ ان کی زبان پر ہے وہ دل میں نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور ان کے پیٹ چاک کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ پلٹا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر اس کی جانب دیکھا تو فرمایا: اس کی پشت سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ کی کتاب کی تلاوت سے زبان تر رکھیں گے، لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو قوم ثمود کی طرح انہیں قتل کر دوں۔“

الحديث رقم 2 : أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : المغازي، باب : بعث علي بن أبي طالب و خالد بن الوليد رضي الله عنهما إلي اليمن قبل حجة الوداع، 4/ 1581، الرقم : 4094، و مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : ذكر الخوارج و صفاتهم، 2/ 742، الرقم : 1064، و أحمد بن حنبل في المسند، 3/ 4، الرقم : 11021، و ابن خزيمة في الصحيح، 4/ 71، الرقم : 2373، و ابن حبان في الصحيح، 1/ 205، الرقم : 25، و أبو يعلي في المسند، 2/ 390، الرقم : 1163، و أبو نعيم في المسند المستخرج، 3/ 128، الرقم : 2375، و في حلية الأولياء، 5/ 71، و العسقلاني في فتح الباري، 8/ 68، الرقم : 4094، و حاشية ابن القيم، 13/ 16، و السيوطي في الديباج، 3/ 160، الرقم : 1064، و ابن تيمية في الصارم المسلول، 1/ 188، 192.

3. وَ فِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زَادَ : فَقَامَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ؓ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ، أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ : لاَ، قَالَ : ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَامَ إِلَيْهِ خَالِدٌ سَيْفُ اللهِ. فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ أَلاَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ : لاَ، فَقَالَ : إِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا

قَوْمٌ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ لَيِّنًا رَطْبًا، (وَ قَالَ : قَالَ عَمَّارَةُ : حَسِبْتُهُ) قَالَ : لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ.

”اور مسلم کی ایک روایت میں اضافہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اس (منافق) کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، پھر وہ شخص چلا گیا، پھر حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس (منافق) کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن بہت ہی اچھا پڑھیں گے (راوی) عمارہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اگر میں ان لوگوں کو پالیتا تو (قومِ) ثمود کی طرح ضرور انہیں قتل کر دیتا۔“

الحديث رقم 3 : أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : ذكر الخوارج و صفاتهم، 2/ 743، الرقم : 1064.

4. عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ :پ بَعَثَ عَلِيٌّ رضي الله عنه وَ هُوَ بِاليمن إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِذُهَيْبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي مُجَاشِعٍ وَ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْغَزَارِيِّ وَ بَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ وَ بَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ فَتَغَيَّظَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ فَقَالُوْا : يُعْطِيْهِ صَنَادِيْدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَ يَدَعُنَا، قَالَ : إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِءُ الْجَبِيْنِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، اِتَّقِ اللهَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَمَنْ يُطِيْعُ اللهَ إِذَا عَصَيْتُهُ فَيَأْمَنُنِي عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَ لَاتَأْمَنُوْنِي؟ فَسَأَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَتْلَهُ أُرَاهُ خَالِدَ بْنَ الوليد فَمَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ (وَ فِي رِوَايَةِ أَبِي نُعَيْمٍ : فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، اتَّقِ اللهَ، وَ اعْدِلْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : يَأْمَنُنِي أَهْلُ السَّمَاءِ وَ لَا تَأْمَنُوْنِي؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ : أَضْرِبُ رَقَبَتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَذَهَبَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي، فَجَاءَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : وَجَدْتُهُ يُصَلِّي فَقَالَ آخَرُ : أَنَا أَضْرِبُ رَقَبَتَهُ؟) فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِنَّ مِنْ ضِئْضِيءِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَ يَدْعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ هَذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ.

”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے مٹی میں ملا ہوا تھوڑا سا سونا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے اقرع بن حابس جو بنی مجاشع کا ایک فرد تھا اور عیینہ بن بدر فزاری، علقمہ بن علاثہ عامری، جو بنی کلاب سے تھا اور زید الخیل طائی، جو بنی نبہان سے تھا ان چاروں کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اس پر قریش اور انصار کو ناراضگی ہوئی اور انہوں نے کہا کہ اہلِ نجد کے سرداروں کو مال دیتے ہیں اور ہمیں نظر انداز کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو ان کی تالیف قلب کے لئے کرتا ہوں۔ اسی اثناء میں ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں، پیشانی ابھری ہوئی، داڑھی گھنی، گال پھولے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا اور اس نے کہا: اے محمد! اللہ سے ڈرو، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا کون ہے؟ اگر میں اس کی نافرمانی کرتا ہوں حالانکہ اس نے مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے۔ تو صحابہ میں سے ایک شخص نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی میرے خیال میں وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع فرما دیا (اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ ”اس شخص نے کہا: اے محمد اللہ سے ڈرو اور عدل کرو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان والوں کے ہاں میں امانت دار ہوں اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کی گردن کاٹ دوں؟ فرمایا: ہاں، سو وہ گئے تو اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا، تو حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے اسے نماز پڑھتے پایا (اس لیے قتل نہیں کیا) تو کسی دوسرے صحابی نے عرض کیا: میں اس کی گردن کاٹ دوں؟ جب وہ چلا گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی کہ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح ضرور انھیں قتل کر دوں۔“

الحديث رقم 4 : أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : التوحيد، باب : قول الله تعالي : تعرج الملائكة و الروح إليه، 6/

2702، الرقم : 6995، و في كتاب : الأنبياء، باب : قول الله عزوجل : و أما عاد فأهلكوا بريح صرصر شديدة عاتية، 3/ 1219، الرقم : 3166، و مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : ذكر الخوارج و صفاتهم، 2/ 741، الرقم : 1064، و أبو داود في السنن، كتاب : السنة، باب : في قتال الخوارج، 4/ 243، الرقم : 4764، و النسائي في السنن، كتاب : تحريم الدم، باب : من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، 7/ 118، الرقم : 4101، و في كتاب : الزكاة، باب : المؤلفة قلوبهم، 5/ 87، الرقم : 2578، و في السنن الكبري، 6/ 356، الرقم : 11221، و أبو نعيم في المسند المستخرج علي صحيح الإمام مسلم، 3/ 127، الرقم : 2373، و أحمد بن حنبل في المسند، 3/ 68، 73، الرقم : 11666، 11713، و عبد الرزاق في المصنف، 10/ 156، و البيهقي في السنن الكبري، 6/ 339، الرقم : 12724، 7/ 18، الرقم : 12962، و ابن منصور في كتاب السنن، 2/ 373، الرقم : 2903، و أبو نعيم في حلية الأولياء، 5/ 72، و الشوكاني في نيل الأوطار، 7/ 345، و ابن تيمية في الصارم المسلول، 1/ 196.

5. عَنْ عَلِيٍّ ﷺ قَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : سَيَخْرُجُ قَومٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَولِ الْبَرِيَّةِ، لاَ يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَومَ الْقِيَامَةِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

و أخرجه أبو عيسي الترمذي عن عبد الله بن مسعود ﷺ في سننه و قال : و في الباب عن علي و أبي سعيد و أبي ذرّ ﷺ و هذا حديث حسن صحيح و قد رُوي في غير هذا الحديث : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَيثُ وَصَفَ هَؤُلَاءِ الْقَومَ الَّذِينَ يقرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. إنما هم الخوارج الحروريّة و غيرهم من الخوارج.

”حضرت علی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب آخری زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے یا نکلیں گے جو نوعمر اور عقل سے کورے ہوں گے وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث بیان کریں گے لیکن ایمان ان کے اپنے حلق سے نہیں اترے گا۔ دین سے وہ یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دینا کیونکہ ان کو قتل کرنے والوں کو قیامت کے دن ثواب ملے گا۔“

”امام ابو عیسیٰ ترمذی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابوسعید اور حضرت ابوذر ﷺ سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کے علاوہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کہ ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جس میں یہ اوصاف ہوں گے جو قرآن مجید کو تلاوت کرتے ہوں گے لیکن وہ ان کے حلقوں سے نہیں اترے گا وہ لوگ دین سے اس طرح خارج ہوں گے جس طرح تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ بیشک وہ خوارج حروریہ ہوں گے اور اس کے علاوہ خوارج میں سے لوگ ہوں گے۔“

الحديث رقم 5 : أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب : استتابة المرتدين و المعاندين و قتالهم، باب : قتل الخوارج و الملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6/ 2539، الرقم : 6531، و مسلم في الصحيح، كتاب : الزكاة، باب : التحريض علي قتل الخوارج، 2/ 746، الرقم : 1066، و الترمذي في السنن، كتاب : الفتن عن رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم، باب : في صفة المارقة، 4/ 481، الرقم : 2188، و النسائي في السنن، كتاب : تحريم الدم، باب : من شهر سيفه ثم وضعه في الناس، 7/ 119، الرقم : 4102، و ابن ماجة في السنن، المقدمة، باب : في ذكر الخوارج، 1/ 59، الرقم : 168، و أحمد بن حنبل في المسند، 1/ 81، 113، 131، الرقم : 616، 912، 1086، و ابن أبي شيبة في المصنف، 7/ 553، الرقم : 37883، و عبد الرزاق في المصنف، 10/ 157، و البزار في المسند، 2/ 188، الرقم : 568، و أبو يعلي في المسند، 1/ 273، الرقم : 324، و البيهقي في السنن الكبري، 8/ 170، و الطبراني في المعجم الصغير، 2/ 213، الرقم : 1049، و عبد الله بن أحمد في السنة، 2/ 443، الرقم : 914، و الطيالسي في المسند، 1/ 24، الرقم : 168.

*****

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

پینٹ فولڈ کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

کیافرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:
کیا پینٹ فولڈ کرکے نماز ہوجائے گی؟

الجواب: نماز ہوجائے گی لیکن مکروہ ہوگی اور فولڈ نہ کرے تو تنزیہی ہوگی، ہونا تو یہ چاہیے کہ ٹخنے سے کاٹ کر درست کرلے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیداوار لاگت سے کم ہو تو عشر واجب ہے یا نہیں؟

کیافرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:
زید نے پچاس ہزار کی لاگت سے کھیتی باڑی کی، لیکن پیداوار اتنی کم ہوئی ہے کہ پیداوار کی مجموعی قیمت اس کی لاگت سے بہت کم ہے، تو کیا ایسی صورت میں زید پر عشر واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہاں، زید پر عشر واجب ہے۔ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہر حال میں عشر واجب ہے؟ زمین جو بجاے خود بہت بیش قیمت ہے وہ مکمل اپنے مالک کے لیے ہے، اس میں سے شریعت کچھ نہیں لیتی تو پیداوار سے تو کچھ ملنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سجدۂ سہو کا ایک مسئلہ

حضور ایک سوال عرض یہ تھا کہ اگر کسی نے تیسری رکعت میں دو سجدہ کرنے کے بعد یہ سمجھا کہ ایک ہی سجدہ ہوا ہے، اس کو کھڑا ہونا تھا، کسی نے لقمہ دے دیا، اب کیا وہ اخیر میں سجدۂ سہو کرے گا یا نہیں؟

الجواب: اگر آدھے سے کم کھڑا ہوا تھا تو سجدۂ سہو کی حاجت نہیں، لقمہ برمحل تھا، اس لیے لقمہ دینے والے کی نماز بھی صحیح ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حق پر تھے؟

السلام علیکم! حضور سراج الفقہا، آپ سے مودبانہ گذارش ہے اس مسئلے میں ہم سب سنیوں کی رہنمائی فرمائیں: زید کا کہنا ہے حضرت مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں دونوں حق پر تھے۔ کیا زید کا کہنا یہ درست ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں۔

اگر یہ بات درست نہیں ہے تو زید کی امامت درست ہے یا نہیں اصول شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب بتوفیق اللہ الوھاب:

اس بارے میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں کوئی نص نہیں، ہاں کتاب اللہ میں تمام صحابہ کرام کے لیے یہ بشارت ضرور ہے: کلا وعد اللہ الحسنی۔ اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ عزوجل عالم الغیب والشہادۃ ہے، سب کے دلوں میں چھپے ہوئے اچھے، برے ارادوں کو یقینی طور پر جانتا ہے اور وہ تمام اصحاب رسول کو جنت کی بشارت دے رہا ہے، تو اس سے یقینی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ان پاکیزہ نفوس کے درمیان جو کچھ ہوا وہ ہر ایک کی فہم اور فقہ و اجتہاد کے مطابق اللہ کے لیے ہوا، ہواے نفس اس میں شامل نہ تھا، تو کتاب اللہ کی رو سے بات اجتہاد میں صواب و خطا سے آگے نہیں بڑھتی، ہمیں تاریخی روایات کا مطالعہ کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے اور جو روایات ان کے مطابق ہوں بس انہیں قبول کرنا چاہیے، ہمارے لیے حجت کتاب و سنت ہیں اور وہی معیار حق ہیں، ہم کچھ تاریخی روایات سے صرف نظر کرسکتے ہیں، لیکن کتاب و سنت سے ایک بال برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہوسکتے، ہم اہل حق کے پاس حق و ناحق کو جانچنے کے لیے ہی ایک کسوٹی ہے۔

تاریخی کتابوں میں جو مشاجرات صحابہ مذکور ہیں ان سے بچنے اور ان میں نہ پڑنے کا حکم ہمارے علما نے دیا ہے اس کی ایک اور اہم بنیادی وجہ یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا دُکان دار مسجد کی ملکیت کو فروخت کرسکتا ہے؟

شریعتِ مطہرہ سے نیچے دیے گئے مسئلے کی رہنمائی مطلوب ہے، یہ مسئلہ مسجد شریف کی ملکیت کے دُکانوں اور کمروں کا ہے۔

مسجد ہذا کے تیس کے قریب دُکانیں اور 20 کے قریب کمرے کرایہ پر دیے گئے ہیں۔ یہ دُکان وکمرے کرایہ داروں کو 25 یا تیس سالوں سے ہیں۔ کرایہ داروں کو اس وقت کہا گیا تھا کہ اگر کسی کرایہ دار کو دُکان یا کمرہ چھوڑنا ہوگا تو آپ کسی کو نہیں بیچ سکتے، مسجد شریف کو واپس لوٹانا پڑے گا۔ اس کہ اس وقت انھوں نے باضابطہ اس ایگریمنٹ پر دستخط کیے جس میں سب کچھ درج ہے۔

اب کچھ دُکان دار دُکان بیچنا چاہتے ہیں اور ان کو لاکھوں کی تعداد میں پیسے آئے ہیں، اور وہ ہمیں مسجد شریف کو 20 فیصد کمیشن کی پیش کش کر رہے ہیں۔

کیا شریعت ہمیں یہ سب کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

الجواب: جب دُکان داروں سے پہلے سے ہی مسجد کے ساتھ معاہدہ ہے کہ دُکان جب بھی خالی کرنی ہو تو مسجد شریف کو واپس کریں، دوسرے کے ہاتھ نہیں تو دُکانداروں پر فرض ہے کہ مسجد شریف کی دُکان مسجد شریف کو ہی واپس کریں، کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنا ہرگز جائز نہیں۔ اس پر ملکیت مسجد کی ہے، دُکان دار کی نہیں، تو اسے یوں بھی بیچنے کا کوئی حق نہیں، لہٰذا دُکان مسجد شریف کو ہی واپس کیا جائے۔ جو سوال مجھ سے ہوا، اس کا جواب یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گولڈ کی مارکیٹنگ کا حکم

حضور مفتی صاحب قبلہ! گولڈ کی مارکیٹنگ یعنی کس ملک میں کتنا بھاؤ ہے اور اس کو خریدنا اور دوسرے ملک میں زیادہ بھاؤ سے فروخت کرنا کیسا ہے؟۔۔ نوازش ہوگی۔

الجواب: گولڈ خرید کر خود اس پر قبضہ کر لے یا اس کا وکیل، تو اس کی بیع جائز ہے اور قبضے سے پہلے ناجائز۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قبضے سے پہلے مبیع کی بیع سے ممانعت فرمائی ہے، کذا فی الهدایہ. اور حکم شرع یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں مرشد کا تصور کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یقین ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر خیر عطا فرمائے۔ حضرت ایک سوال یہ ہے کہ کیا نماز میں مرشد کا تصور کیا جا سکتا ہے، اس کا جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب: مرشد، مرشد کامل ہو کہ سنت نبوی پر گامزن، عارف باللہ، واصل الی اللہ ہو، اور مرید کا تزکیہ قلب اس قدر ہو چکا ہو کہ مرشد کامل کے فیضان نظر سے احسان کے مرتبۂ بلند تک جا سکتا ہو تو وسیلہ احسان کی نیت سے تصور شیخ کر سکتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور سید عالم ﷺ سے دریافت کیا: مَا الْاِحْسَان؟ احسان کیا ہے۔ تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا:

اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاه. (مسلم شریف، کتاب الایمان)

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔

ظاہر ہے کہ ہر آدمی کو یہ مرتبۂ بلند بہت کچھ مجاہدہ اور تزکیہ کے بعد بھی حاصل نہیں ہو پاتا، تو جو مرشد اپنے مرید اور خدائے بزرگ و برتر کے درمیان معرفت اور وصول کے لیے رابطہ بن سکے اس کا تصور بروجہ رابطہ جائز و درست ہے، یہ حقیقت میں تصور شیخ نہیں، بلکہ "كَاَنَّكَ تَرَاه" کا ایک روحانی و نورانی زینہ ہے۔ شیخ کامل کی نورانیت کے ذریعے اللہ تک راستہ روشن و منور ہو جاتا ہے اور پھر مرید گویا اللہ کا دیدار کرنے لگتا ہے۔ سخت تاریک رات میں کعبۂ مقصود کا مشاہدہ نہیں ہوتا ہے لیکن اگر بدر کامل کے انوار تاریکیوں کو دور کر دیں تو کعبۂ مقصود سامنے ہوتا ہے۔

یہاں کہہ سکتے ہیں کہ کعبۂ مقصود کی زیارت کے لیے بدرِ کامل کے انوار واسطہ ہیں مگر حق یہ ہے کہ اس نے راستے کی تاریکیوں کو دور کیا ہے پھر کعبۂ مقصود نظر آنے لگا۔ یہاں بلا تشبیہ و تمثیل مرشد کامل کو بدر کامل کے انوار سمجھنا چاہیے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں ایک دوسری حیثیت سے اس پر روشنی ڈالی ہے اور نماز کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان عبارتوں کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی کتاب الیاقوتة الواسطة في قلب عقد الرابطة میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو رسائل رضویہ، جلد 28 صفحہ 221، 222)

ہماری اس تشریح سے عیاں ہے کہ نماز میں تصور شیخ کی یہ اجازت ہر مرید و شیخ کے لیے نہیں، بلکہ کچھ خاصان خدا کے لیے ہے جو مقربانِ بارگاہ ہوں۔ عام لوگوں کے لیے یہی حکم ہے کہ ممکن حد تک خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھیں اور کم سے کم نماز میں ان کی یہ کیفیت ضرور ہو کہ ان کا رب انہیں دیکھ رہا ہے تاکہ ان کی توجہ بس عبادت تک مرکوز رہے۔

واضح ہو کہ نماز میں دین کی باتوں کی طرف توجہ جائز ہے اور دنیا کی باتوں کی طرف توجہ بیجا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیدل سفرِ حج کی سعادتیں اور حکایتیں

مولانا فیضان سرور مصباحی

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ فریضۂ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والے خوش نصیب شخص کے بارے میں معلم کائنات ﷺ نے ایک مژدہ یوں سنایا ہے کہ وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے؛ گویا وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔(بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ "حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں، جیسے: بھٹی؛ لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کردیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔(سنن ترمذی)

حج کا اعلان عام: صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہو چکے؛ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "أَذِّنْ فِي النّاسِ بِالحَجِّ "یعنی: لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا! آخر میری آواز کتنی دور تک پہنچے گی؟ ارشاد ہوا: أَذِّنْ وعَلَيَّ البَلاغُ یعنی: تو اعلان کر، اور لوگوں تک اس اعلان کو پہنچانے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: میرے پروردگار! کیسے اعلان کروں؟ ارشاد ہوا کہ یوں کہہ: "أَيُّها النّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الحَجُّ إلى البَيْتِ العَتِيقِ "یعنی: اے لوگو! تم پر بیت اللہ شریف کا حج فرض کیا گیا ہے۔

روایت میں درج ہے کہ آسمان وزمین کے تمام باشندوں تک یہ آواز پہنچی تھی، ماں کے رحموں میں اور باپ کے پشتوں میں جو جہاں تھا؛ سبھوں نے اس کی سماعت کی۔ اس وقت جن جن خوش نصیبوں نے "لبيك اللهم لبيك..." کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا جواب دیا تھا؛ اپنی پیدائش کی ترتیب سے آج تک سبھی " لبيك اللهم لبيك..." کی صدا بلند کرتے ہوئے، دور دراز خطوں کا سفر کرکے، دیوانہ وار و مستانہ انداز میں خانۂ کعبہ چلے آرہے ہیں۔

[مصنف ابن أبي شيبة 6/ 329 | كتاب الفضائل|ما ذكر مما أعطى الله إبراهيم عليه السلام وفضله به، مكتبة الرشد – الرياض،الطبعة: الأولى، 1409]

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

فَلَيْسَ حاجٌّ يَحُجُّ مِن يَوْمِئِذٍ إلى أَنْ تَقُومَ السّاعَةُ إلّا مَن أَجابَ يَوْمَئِذٍ إبْراهِيمَ عَلَيْهِ السَّلامُ.

یعنی: اس دن سے لے کر قیامت آنے تک جتنے بھی حاجی حج کی سعادت سے سرفراز ہوئے، یا ہوں گے؛ سبھوں نے اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان پر لبیک کہا تھا۔[بدر الدين العيني (ت 855) |عمدة القاري شرح صحيح البخاري 9/ 172 كتاب الحج- باب ، دار إحياء التراث العربي - بيروت]

قرآن کریم میں پیدل سفر حج کا تذکرہ: اس پس منظر کو جاننے کے بعد آئیے قرآن پاک کی آیت کریمہ سے کچھ سیکھتے ہیں، فرمانِ خداوندی ہے: وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ ۔[الحج27]

یعنی: اور اے ابراہیم لوگوں میں حج کی عام ندا کردے، وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیدل اور ہر دُبلی اونٹنی پر سوار ہوکر؛ جو ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں حج کے لیے آنے والے کے احوال کا بیان یوں ہے کہ:

- یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا پیدل چل کر آئیں گے۔
- کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ اونٹنی اور دوسری آرام دہ سواریوں کے ذریعے پہنچیں گے۔

قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ یہاں پیدل چل کر آنے والوں کا ذکر پہلے، اور سواری پر سوار ہوکر آنے والوں کا ذکر بعد میں آیا ہے۔

مفسر قرآن ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین نسفی متوفی: 710ھ لکھتے ہیں:

كَأَنَّهُ قالَ رِجالًا ورُكْبانًا. والضامِرُ البَعِيرُ المَهْزُولُ وقُدِّمَ الرِجالُ عَلى الرُكْبانِ إظْهارًا لِفَضِيلَةِ المُشاةِ كَما ورَدَ فِي الحَدِيثِ.

ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم ہے کہ پیدل چل کر اور سوار ہوکر

آئیں گے۔ "ضامر" دبلی اونٹنی کو کہتے ہیں؛ جو دور دراز کی مسافت طے کرنے کی وجہ سے دبلی ہوگئی ہو۔ پیدل آنے والوں کا ذکر پہلے اور سواری پر آنے والوں کا ذکر بعد میں ہوا؛ اس لیے کہ پیدل چل کر آنے والوں کو فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ احادیث کریمہ میں موجود ہے۔

[تفسير مدارك التنزيل وحقائق التاويل : تحت الآية : الحج ، دار الكلم الطيب، بيروت الطبعة: الأولى، 1419 ه– 1998 م 27]

پیدل حج افضل ہے؛ یا سواری پر: گزشتہ آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حج کے لیے پیدل جائیں، یا سواری پر؛ دونوں صحیح و درست ہے۔ البتہ ان دونوں میں افضل طریقہ کیا ہے؟ اس سلسلے میں علماے کرام کا اختلاف ہے۔ ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی بصری ثم دمشقی متوفی: 774 لکھتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: ﴿يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ قَدْ يَستدلّ بِهَذِهِ الْآيَةِ مَنْ ذَهَبَ مِنَ الْعُلَمَاءِ إِلَى أَنَّ الْحَجَّ مَاشِيًا، لِمَنْ قَدَرَ عَلَيْهِ، أفضلُ مِنَ الْحَجِّ رَاكِبًا؛ لِأَنَّهُ قَدَّمَهُمْ فِي الذِّكْرِ، فَدَلَّ عَلَى الِاهْتِمَامِ بِهِمْ وَقُوَّةِ هِمَمِهِمْ وَشِدَّةِ عَزْمِهِمْ، وَالَّذِي عَلَيْهِ الْأَكْثَرُونَ أَنَّ الْحَجَّ رَاكِبًا أَفْضَلُ؛ اقْتِدَاءً بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَإِنَّهُ حَجَّ رَاكِبًا مَعَ كَمَالِ قُوَّتِهِ، عَلَيْهِ السَّلَامُ.

یعنی: فرمان باری تعالیٰ ہے: "تیرے پاس حاضر ہوں گے پیدل اور ہر دُبلی اونٹنی پر سوار ہوکر؛ جو ہر دُور کی راہ سے آتی ہیں۔" اس سے بعض وہ علما استدلال کرتے ہیں؛ جن کا موقف یہ ہے کہ جو استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے سواری کے بجائے؛ پیدل حج کرنا افضل ہے۔ کیوں کہ قرآن کریم میں پیدل جانے والوں کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ جس سے ان کے شان کی بلندی، ان کی حوصلوں کی طاقت اور عزم وارادے کی مضبوطی کا پتہ چلتا ہے۔

جب کہ اکثر علماے کرام کا موقف یہ ہے کہ حج کے لیے سواری پر جانا افضل ہے۔ اسی میں رسول کریم –ﷺ– کی پیروی ہے؛ کہ کامل درجہ کی طاقت کے باوجود آپ –ﷺ– نے سواری پر حج فرمایا ہے۔ [تفسير ابن كثير : تحت الآية : الحج 27، دار طيبة للنشر والتوزيع،الطبعة: الثانية 1420– 1999 م]

پیدل سفر حج کی افضلیت پر بحث کرتے ہوئے علامہ کمال الدین ابن الہمام (متوفیٰ: 861ھ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر بھی پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

فَلا شَكَّ أَنَّ المَشْيَ أَفْضَلُ فِي نَفْسِهِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إلى التَّواضُعِ والتَّذَلُّلِ.

وَعَنْ ابْنِ عَبّاسٍ – رضي الله عنه – أَنَّهُ قالَ لَمّا كُفَّ بَصَرُهُ: ما أَسِفْتُ عَلى شَيْءٍ كَأَسَفِي عَلى أَنْ لَمْ أَحُجَّ ماشِيًا، فَإِنَّ اللهَ تَعالى قَدَّمَ المُشاةَ فَقالَ تَعالى ﴿يَأْتُوكَ رِجالًا وعَلى كُلِّ ضامِرٍ﴾ [الحج 27] وعَنْهُ – ﷺ – أَنَّهُ قالَ: «مَن حَجَّ ماشِيًا كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةٌ مِن حَسَناتِ الحَرَمِ، قِيلَ ما حَسَناتُ الحَرَمِ؟ قالَ: كُلُّ حَسَنَةٍ بِسَبْعِمِائَةٍ».

اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ پیدل حج کو جانا بذاتِ خود افضل عمل ہے۔ کیوں کہ یہ تواضع اور خاکساری کے زیادہ قریب ہے۔ (جو کہ عبادت میں مطلوب ہوتی ہے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کی بینائی رخصت ہوگئی؛ تو فرمانے لگے کہ مجھے کسی بات پر اتنا افسوس نہیں ہوتا؛ جتنا کہ اس بات پر ہوتا ہے کہ میں پیدل چل کر حج نہ کر سکا۔ کہ:

● اللہ تعالیٰ نے پیدل حج کو جانے والوں کو اولیت عطا کی ہے: چناں چہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿يَأْتُوكَ رِجالًا وعَلى كُلِّ ضامِرٍ﴾ [الحج 27] یعنی: تیرے پاس کچھ لوگ پیدل آئیں گے اور کچھ سواری پر۔

● دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو پیدل حج کرے گا؛ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قدم پر حرم شریف کی نیکیوں میں سے ایک نیکی لکھے گا۔ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! – ﷺ – حرم شریف کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا: ہر نیکی سات سو نیکیوں کے برابر ہے۔ [فتح القدير للكمال ابن الهمام 3/ 171، كتاب الحج، مسائل منثورة، دار الفكر بيروت]

علامہ شہاب الدین محمود بن عبد اللہ حسینی آلوسی متوفی: 1270ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

وفِي الآيَةِ دَلِيلٌ عَلى جَوازِ المَشْيِ والرُّكُوبِ فِي الحَجِّ، قالَ ابْنُ العَرَبِيِّ: واسْتَدَلَّ عُلَماؤُنا بِتَقْدِيمِ (رِجالًا) عَلى أَنَّ المَشْيَ أَفْضَلُ، ورُوِيَ ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ... الخ

یعنی: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ پیدل اور سواری دونوں طرح سے حج کرنا جائز ہے۔ شیخ ابن العربی کہتے ہیں: ہمارے علمانے

"رِجالاً" (پیدل والوں) کا ذکر پہلے ہونے کو دیکھ کر یہ استدلال کیا ہے کہ پیدل حج کو جانا افضل ہے۔ (پھر اثر ابن عباس اور دیگر مرفوع روایات کی روشنی میں اس افضلیت کو ثابت کیا ہے۔) [روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني : تحت الآیۃ : الحج 27، دار الكتب العلمية – بيروت ، الطبعة: الأولى، 1415 ه]

حضرت آدم علیہ السلام کا ستّر پیدل سفر حج: الولید محمد بن عبد اللہ الازرق غسانی مکی المعروف بہ الازرقی متوفی: 250ھ نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے پیدل ستر مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ چناں چہ وہ رقم طراز ہیں:

عَنْ عُثْمانَ بْنِ ساجٍ، قالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدٌ أَنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلامُ حَجَّ عَلَى رِجْلَيْهِ سَبْعِينَ حَجَّةً ماشِيًا، وأَنَّ المَلائِكَةَ لَقِيَتْهُ بِالمازِمِينَ، فَقالُوا: بِرَّ حَجَّكَ يا آدَمُ، إنّا قَدْ حَجَجْنا قَبْلَكَ بِأَلْفَيْ عامٍ.

عثمان بن ساج کہتے ہیں کہ مجھے سعید نے خبر دی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے پیدل چل کر ستر حج ادا کیے ہیں۔ پھر پہاڑ کی ایک تنگ وادی میں فرشتوں سے ملاقات ہوئی؛ تو کہنے لگے: حج مبارک ہو، اے آدم! تم سے ہزار برس قبل ہم نے اس مبارک گھر کے حج کی سعادت حاصل کی ہے۔ [أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار، للأزرقي 1/ 45، سنة الطواف، دار الأندلس للنشر، بيروت]

حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا پیدل سفر حج: امام احمد بن حسین خُسْرَوْجِردی خراسانی، ابوبکر البیہقی متوفی: 458ھ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد – رضی اللہ تعالیٰ عنہ – کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے پیدل سفر حج فرمایا ہے۔

عن مجاهد: أنّ إبراهيمَ وإسماعيلَ عَلَيهما الصَّلاةُ والسَّلامُ حَجّا ماشيَيْنِ. [سنن كبرى بيهقي، كتاب الج، باب: الرجل مسجد زاداوراحلة فيحج، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة الثالثة، ١٤٢٤ هـ- ٢٠٠٣ م]

پیدل حج کرنے والوں سے فرشتوں کا معانقہ: پیدل سفر حج کی ایک فضیلت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ فرشتے ان سے معانقہ کرتے ہیں۔ ابو اللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی حنفی متوفی 375ھ لکھتے ہیں:

هذا إذا كان بيته قريباً من مكة، فإذا حج ماشياً، فهو أحسن. وأما إذا كان بيته بعيداً، فالركوب أفضل.

وروي عن أبي حنيفة رحمه الله أنه قال: الراكب أفضل، لأن في المشي يتعب نفسه ويسوء خلقه. وإن كان الرجل يأمن على نفسه أن يصبر، فالمشي أفضل، لأنه روي في الخبر:

«أن الملائكة عليهم السلام تتلقى الحاج، فيسلمون على أصحاب المحامل، ويصافحون أصحاب البعير والبغال والحمير، ويعانقون المشاة» .

پیدل چلنے کی توجیہ یہ ہے کہ حاجی کا گھر مکہ مکرمہ سے قریب ہو اور پھر پیدل حج کرے تو یہ اچھا ہے۔ اس کے برعکس اگر گھر دوری پر ہو تو پھر تو سواری افضل ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ سواری پر حج کو جانا افضل قرار دیتے ہیں۔ کیوں کہ پیدل چلنے والا انسان کا خود کو مشقت میں ڈالے گا۔ اور اس کی طبیعت بگڑ جائے گی۔ ہاں! اگر کوئی انسان بالکل مطمئن ہو کہ وہ مشقت برداشت کر لے گا۔ تو پھر اس کے لیے پیدل جانے ہی میں زیادہ فضیلت ہے۔ کیوں کہ حدیث میں ہے:

فرشتے علیہم السلام جب حاجیوں سے ملاقات کرتے ہیں؛ تو کجاوے والوں کو سلام کرتے ہیں۔ اونٹ، خچر اور گدھے کی سواری والوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ جب کہ پیدل آنے والوں سے گلے مل کر گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔ [تفسیر بحر العلوم سمرقندی: تحت الآیۃ: الحج 27]

معانقے والی ایک روایت حضرت عائشہ – رضی اللہ تعالیٰ عنہا – سے بھی آئی ہے۔ امام ابوبکر بیہقی (متوفی: 458ھ) تخریج کرتے ہیں:

عن عائِشَةَ، قالَتْ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إنَّ المَلائِكَةَ لَتُصافِحُ رُكّابَ الحُجّاجِ، وتَعْتَنِقُ المُشاةَ».

یعنی: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ – ﷺ، نے ارشاد فرمایا: بے شک فرشتے سواری پر حج کرنے والوں سے مصافحہ فرماتے ہیں۔ اور پیدل جانے والوں سے معانقہ کرتے ہیں۔

[شعب الإيمان 6/ 14، المناسك، فضل الحج والعمرة، مكتبة الرشد للنشر و التوزيع بالرياض. الطبعة: الأولى، ١٤٢٣ هـ- ٢٠٠٣ م]

پیدل حج کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی خصوصی دعا: امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی شافعی متوفی: 911ھ نقل کرتے ہیں کہ پیدل حج کرنے والوں کے حق میں خصوصی دعا کے لیے باضابطہ فرشتے مقرر ہیں:

وأخرج الديلمي عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: إن لله - عَزَّوَجَلَّ - مَلائِكَة موكلين بأنصاب الحرم مُنْذُ خلق الله الدُّنْيا إلى أن تقوم السّاعَة يدعونَ لمن حج من مصره ماشِيا.

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم - ﷺ - نے فرمایا: اللہ عزوجل کے فرشتے حرم کے اردگرد کھڑے پتھروں پر اس دن سے جس دن اللہ تعالی نے دنیا کو پیدا کیا، قیامت کے قائم ہونے تک دعا کرتے ہیں، اس شخص کے لیے جو اپنے شہر سے پیدل حج کرے۔

[الفردوس بمأثور الخطاب 1/ 184، باب الألف، دار الكتب العلمية - بيروت الطبعة: الأولى، 1406ھ- 1986م / الحبائك في أخبار الملائك 1/ 140 ، ما جاء في صفة ملائكة على الإبهام من غير تسمية، دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان الطبعة: الأولى، 1405ھ- 1985 م]

بعض صحابۂ کرام کا پیدل سفرِ حج: امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید "ابن ماجہ" قزوینی متوفی 273ھ نے سند ضعیف سے اس روایت کی تخریج کی ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قالَ: حَجَّ النَّبِيُّ ﷺ وأَصْحابُهُ مُشاةً مِنَ المَدِينَةِ، إلى مَكَّةَ وقالَ: «ارْبُطُوا أَوْساطَكُمْ، بِأُزُرِكُمْ، ومَشى خِلْطَ الهَرْوَلَةِ».

حضرت ابو سعید خدری - رضی اللہ عنہ - کہتے ہیں کہ نبی کریم - ﷺ - نے حج کیا، اور آپ کے کچھ صحابہ پیدل چل کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ حضور اکرم - ﷺ - نے فرمایا تھا: اپنے کمر میں تہ بند باندھ لو؛ اس وقت آپ کے چال میں دوڑ ملی تیزی تھی۔

[سنن ابن ماجه 2/ 1042 ، كتاب المناك، باب الحج ماشيا، دار الرسالة العالمية الطبعة: الأولى، 1430ھ- 2009 م]

حضرت ابن عباس کا پیدل حج نہ کرپانے پر اظہارِ افسوس:

امام ابو بکر بیہقی متوفی 458ھ اپنے مجموعۂ احادیث میں یہ روایت لاتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس - رضي الله عنه - فرماتے ہیں کہ جوانی میں جو کام میرے کرنے سے رہ گئے، مجھے کسی پر ندامت نہیں، سوائے اس بات پر کہ میں پیدل حج نہ کرسکا۔

قالَ ابْنُ عَبّاسٍ: «ما نَدِمْتُ عَلى شَيْءٍ فاتَنِي فِي شَبابِي إلّا أَنِّي لَمْ أَحُجَّ ماشِيًا»[السنن الكبرى للبيهقي 4/ 542 ، كتاب الحج،باب الرجل يجد زادا وراحلة فيحج ماشيا يحتسب فيه زيادة الأجر، دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان، الطبعة الثالثة، 1424ھ- 2003 م]

اسی سے ملتی جلتی روایت "فتح القدیر" کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے؛ جس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بینائی رخصت ہوگئی؛ تو فرمانے لگے کہ مجھے کسی بات پر اتنا افسوس نہیں ہوتا؛ جتنا کہ اس بات ہوتا ہے کہ میں پیدل چل کر حج نہ کرسکا۔

امام حسن کا پچیس پیدل سفرِ حج: اور شہزادۂ گلگوں قبا سیدنا حضرت امام حسن بن علی - رضی اللہ عنہ - نے پچیس حج پیدل کیے ہیں، وہ بھی بحالتِ مجبوری نہیں بلکہ عمدہ قسم کی سواریاں مہیا ہونے کے باوجود محض راہ خدا میں پیدل چلنے کی فضیلت کے حصول کے لیے ایسا کیا تھا۔ امام ابو بکر بیہقی متوفی 458ھ ذکر کرتے ہیں:

ولَقَدْ حَجَّ الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ - رضي الله عنهما - خَمْسَةً وعِشْرِينَ حَجَّةً ماشِيًا ؛وإنَّ النَّجائِبَ لَتُقادُ مَعَهُ، لَقَدْ قاسَمَ اللهَ مالَهُ ثَلاثَ مَرّاتٍ حَتّى أَنَّهُ يُعْطِي الخُفَّ ويُمْسِكُ النَّعْلَ.

یعنی: امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس بار پیدل حج کیا ہے۔ جب کہ ان کے ساتھ بہترین سواریاں ہوا کرتی تھیں، اور اللہ تعالی نے ان کے مال کو تین مرتبہ تقسیم کیا؛ حتی کہ وہ موزہ ہدیہ کر دیتے تھے اور صرف جوتا رکھتے تھے۔[السنن الكبرى للبيهقي 4/ 542]

اپنے بیٹوں کو پیدل سفرِ حج کی ترغیب: امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری الحاکم، ابو عبد اللہ متوفیٰ: 405ھ اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی شدید بیماری کی حالت میں اپنے بیٹوں کو پیدل سفرِ حج کی ترغیب دلاتے ہوئے یہ حدیث سنائی:

عَنْ زاذانَ، قالَ: مَرِضَ ابْنُ عَبّاسٍ مَرَضًا شَدِيدًا، فَدَعا ولَدَهُ فَجَمَعَهُمْ فَقالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَن حَجَّ مِن مَكَّةَ ماشِيًا حَتّى يَرْجِعَ إلى مَكَّةَ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعَ مِائَةِ حَسَنَةٍ، كُلُّ حَسَنَةٍ مِثْلُ حَسَناتِ الحَرَمِ» قِيلَ: وما حَسَناتُ الحَرَمِ؟ قالَ: «بِكُلِّ حَسَنَةٍ مِائَةُ أَلْفِ حَسَنَةٍ» هَذا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإسْنادِ، ولَمْ يُخَرِّجاهُ "

زادان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سخت بیمار

ہوگئے؛ تو اپنے صاحبزادوں کو طلب فرماکر ایک جگہ جمع کیا۔ اور کہا کہ میں نے رسول اللہ –ﷺ– سے سنا ہے کہ جس نے مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر حج کیا؛ اور واپس آ گیا؛ اس کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں ملیں گی۔ اور ہر نیکی حرم کی نیکی کے برابر ہے۔ پوچھا گیا کہ حرم کی نیکیوں کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا: ایک نیکی ایک لاکھ کے برابر ہے۔

[المستدرك على الصحيحين للحاكم ١/ ٦٣١ ، كتاب الصوم، دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى، 1411 – 1990]

حضرت رابعہ بصریہ کا پیدل سفرحج: شیخ شعیب بن سعد بن عبد الکافی مصری مکی حریفیش متوفی: 810ھ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیدل سفرحج کا واقعہ لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

إن رابعة العدوية رحمة الله عليها، حجت إلى بيت الله الحرام حافية تمشي على الأقدام ... فلما وصلت إلى الكعبة خرت مغشياً عليها.

یعنی: مشہور ولیہ حضرت رابعہ بصریہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ننگے پاؤں پیدل بیتُ اللہ شریف کا حج کیا، کعبۂ مشرّفہ پہنچتے ہی ہیبت و خشیت کے سبب بے ہوش ہوکر گر پڑیں۔

(الروض الفائق في المواعظ والرقائق ، المجلس الثامن ، ص: 77 ، دارالكتب العلمية بيروت)

حضرت سفیان ثوری کا پیدل سفرحج: مشہور زاہد وفقیہ حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بصرہ سے مکہ شریف کا پیدل سفر حج کا واقعہ لکھتے ہوئے امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

وقد حج سفيان الثوري من البصرة ماشيا، فلما سلم عليه الفضيل بن عياض بمكة قال له: هلا صحبت معك ظهرا تركبه؟ فقال له سفيان: أما يرضى العبد الآبق أن يأتي إلى مصالحة سيده إلا راكبا؟ والله إني لفي غاية الخجل مع مشي فكيف حالي لو أتيت راكبا؟

حضرت سید ناسفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حج کے لیے بصرہ سے پیدل نکلے۔ مکہ شریف میں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملاقات ہوئی تو سلام کے بعد پوچھا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر کیوں نہیں چلے آئے؟ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا: کیا بھاگے ہوئے غلام کے لیے یہ پسند کی جانے والی بات ہے کہ وہ اپنے مولا عزوجل کے دربار میں صلح کے لیے سواری پر جائے؟ میں تو پیدل آتے ہوئے بھی انتہائی شرمندگی محسوس کررہا ہوں۔ تو پھر سواری پر آتے ہوئے نہ جانے میری کیا حالت ہوتی؟۔ [الأخلاق المتبولية المفاوضة من الحضرة المحمدية ، الباب الثاني : جملة أخرى من الأخلاق ، 203 ، دار الكتب العلمية بيروت]

شہرت وناموری مقصود نہ ہو: آج آرام دہ سفر کے لیے ہوائی جہاز، پانی جہاز اور دیگر گاڑیاں دستیاب ہیں۔ اس کے باوجود پیدل سفرحج کی فضیلت پانے کی نیت سے کوئی بندۂ خدا کوشش کرے، تو یہ بھی بڑے خوش بختی اور سعادت مندی کی بات ہے۔ ہاں ایسے میں اپنے نفس پر بہت زیادہ لگام لگانے کی ضرورت ہے کہ کہیں شیطان دل میں طرح طرح کے وسوسے نہ پیدا کرنے لگے اور یوں مشقت وکٹھنائیوں بھرا یہ سفر ریاکاری وشہرت وناموری کے نذر نہ ہوجائے۔ اور پھر آخرت میں رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے۔ کیوں کہ ریاکاری کو شرک اصغر کہا گیا ہے۔ اور ریاکاری والے اعمال عنداللہ قابلِ قبول نہیں۔ اسی طرح فضائل واستحباب والے اعمال کی طرف دل کے میلان کو دیکھ کر یہ بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ فرائض و واجبات کو بجالانے اور ممنوعات کے ارتکاب سے بچنے کے معاملے میں دل کی کیا کیفیت ہے۔ اس سے خلوص اور حب جاہ وناموری کے درمیان فرق کرنا کچھ آسان ہوجاتا ہے۔ علامہ شیخ اسماعیل حقی بن مصطفی استانبولی حنفی خلوتی، المولی أبوالفداء متوفی: 1127ھ نے اس سلسلے میں بہت عبرت انگیز بات لکھی ہے:

بعض الكبار من علامة اتباع الهوى المسارعة الى نوافل الخيرات والتكاسل عن القيام بحقوق الواجبات وهذا حال غالب الخلق الا من عصمه الله.

ترى الواحد منهم يقوم بالاوراد الكثيرة والنوافل العديدة الثقيلة ولا يقوم بفرض واحد على وجهه وانما حرموا الوصول بتضييعهم الأصول–

حكى عن ابى محمد المرتعش – رحمة الله عليه – أنه قال حججت حجات على قدم التجريد فسألتنى أمي ليلة ان استقى لهاجرة فثقل ذلك عليّ فعلمت ان مطاوعة نفسى فى الحجات كانت بحظ مشوب للنفس إذ لو كانت نفسى فانية لم يصعب عليها ما هو حق فى الشرع۔

(باقی ص:21پر)

شعائیں

آبادی کی کثرت اور رزق کی تقسیم

پٹیل عبدالرحمٰن مصباحی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○ (سورہ شوریٰ)

ترجمہ: اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے۔ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کردے۔ بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔

آیت مبارکہ میں انسانی آبادی کا فطری نظام بیان کیا گیا ہے۔ بنیادی پیغام یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت والا رب؛ جو چاہے جیسے چاہے تخلیق کرنے پر قادر ہے۔ اولاً تو اس کریم رب نے مخلوق کا رزق اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے اور کائنات کو انسانوں کے لیے مسخر فرما کر اس رزق کا حصول بھی ان کے لیے آسان کر دیا ہے۔ اس کے باوجود کرم بالائے کرم یہ کہ اس کی جانب سے انسانی معاشرے میں توالد و تناسل کے سلسلے کو ایک انتہائی متوازن طریقے پر کنٹرول کیا گیا ہے، پھر اس میں جنس کے لحاظ سے مذکر و مؤنث کا بھی بیلنس رکھا ہے تاکہ ہر حق دار اپنا حق حاصل کر سکے اور دنیا ایک متناسب آبادی کے ساتھ رواں دواں رہے۔

مذکورہ متوازن سسٹم کے بیان میں لطیف پہلو یہ ہے کہ اس کی شروعات بیٹی کے ذکر سے ہوتی ہے۔ پھر اسی سلسلہ کی دوسری اور زیادہ اہم کڑی کے طور پر بیٹوں کی نعمت کا اعلان ہوتا ہے کہ وہ جسے چاہے بیٹے کی دولت سے نواز تا ہے۔ اس کے بعد مزید وضاحت کے ساتھ ایک ہی گھر میں لڑکا اور لڑکی دونوں جنس کی اولاد کو جمع فرما دینے کی بات ہوتی ہے اور اخیر میں ان جوڑوں کی کیفیت بھی زیر بیان آئی ہے جسے نعمت کی دونوں قسموں کا حصول تو در کنار؛ دو میں سے ایک بھی میسر نہیں ہے، یعنی وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود توالد و تناسل کے سلسلے میں اپنے نام کی کڑی شامل کرنے سے قاصر رہے ہیں یا رکھے گئے ہیں۔

آیت کے آخری جزء میں صفات کے الفاظ "علیمٌ قدیرٌ" کے تحت عظیم حقیقت کا اظہار پوشیدہ ہے۔ بے شک وہ علم والا ہے کہ کس کے حق میں توالد و تناسل کی کون سی شکل بہتر ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کائنات؛ انسانوں کی کتنی آبادی کی متحمل ہے، بے شک وہ قدرت والا ہے کہ فطرت کے اصول اپنے ارادے سے جیسے چاہے مقرر فرماتا ہے۔

صرف عام انسانوں ہی کی بات نہیں بلکہ خود اللہ کی طرف سے مخلوق کو پیغام سنانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کی مبارک زندگیاں بھی اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ اسی فطری نظامِ آبادی سے وابستہ رہی ہیں۔ حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہما السلام کے یہاں صرف بیٹیاں تھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف بیٹوں کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متعدد بیٹے بیٹیوں کی شکل میں دونوں صنفوں سے نوازا گیا، جب کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو نظام آبادی کی آخری قسم کی سرداری کا شرف حاصل ہے یعنی دو صنفوں میں سے کسی بھی قسم کی اولاد کا نہ ہونا۔

ہمارے دور کا آدمی اِس آیت سے ہدایت حاصل کرنے کا سب سے زیادہ محتاج ہے۔ آیت مبارکہ کا پورا مفہوم در اصل انسانوں کے لیے ایک پیغام ہے کہ دنیا کی آبادی میں ایسا کوئی غیر متناسب اضافہ نہیں ہو سکتا جو مشیت الٰہیہ کے فطری قوانین سے ہٹ کر ہو اور اپنے آپ میں کائناتی نظم کے لیے کوئی خطرہ ہو۔ آبادی حد سے بڑھنے یا توازن سے تجاوز کرنے کا خطرہ اسی وقت لاحق ہو سکتا ہے جب توالد و تناسل کے فطری نظام سے بغاوت کی جائے یا اس میں اپنے ہاتھوں سے فساد برپا کیا جائے۔ بار بار دنیا کی آبادی کے حوالے سے خطرے کا اظہار کرنے والے مفکرین اور "آبادی بَم" کی اصطلاح کے سہارے ڈر کا ماحول بنانے والے مبصرین؛ کیا اِس بات پر غور نہیں کرتے کہ آبادی کا مسئلہ در اصل کھڑا ہی اُس فطری نظام سے بغاوت کے نتیجے میں ہوتا ہے؛ جو خالق کائنات کا مقرر کردہ ہے۔!!؟

دنیا کی آبادی حد سے بڑھنے کا رونا؛ اولاً تو ایک ڈھونگ ہے، جو دنیا کی آدھی دولت پر کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے انسان نما 20-15 سانپوں کے ذریعہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ پھر اگر اسے ایک سنجیدہ مسئلہ مان بھی لیا جائے تو اس کی بنیادی وجہ؛ شادی میں یقین رکھنے والا معاشرہ نہیں بلکہ فطری نظام آبادی سے بغاوت کرنے والی مادر پدر آزاد ذہنیت ہے۔ جب سے انسانی معاشرے کو یہ سبق سکھایا گیا ہے کہ جن میاں بیوی کے یہاں فطری طور پر اولاد ہوتی ہے وہ دو ہی بچوں پر اکتفا کریں اور جو جوڑے بانجھ ہیں وہ

abdurrahmanpatel786@gmail.com

ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ پیدا کریں؛ تب سے کائنات کے نظام آبادی میں ناقابل تلافی نقصان ہونا شروع ہو چکا ہے۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق 2008 تک ٹیسٹ ٹیوب سے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد 5 ملین سے تجاوز کر چکی ہے۔ دیگر عالمی ذرائع کے مطابق 1978 میں پہلا بچہ ٹیسٹ ٹیوب سے پیدا ہوا اور پچاس سال کے اندر اندر یہ تعداد 8 ملین (80 لاکھ) کو پہنچ چکی ہے۔ صرف بھارت میں ہر سال ٹیسٹ ٹیوب کی مدد سے ایوریج 2 ہزار بچے پیدا کیے جاتے ہیں۔

عجیب تماشا ہے کہ جو لوگ آبادی میں بے تحاشا اضافے کے شاکی ہیں وہی لوگ ٹیسٹ ٹیوب پیدائش کے داعی بھی ہیں۔ اگر بچے پیدا ہونا ہی آبادی میں خطرناک حد تک اضافے کا سبب ہے تو ٹیسٹ ٹیوب میں آخر کیا کمال ہے کہ اس سے آبادی بڑھائی جائے تو حرج نہیں ہوتا۔؟ اصل بات یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ طرز حکومت نے بہت حد تک طبّ کو بھی اپنے دائرۂ مکر میں شامل کر لیا ہے۔ آبادی کا مسئلہ در اصل وہ ہوّا ہے جس کے ذریعہ دو طرفہ پیسا بٹورا جا سکتا ہے۔ جن کے فطری طور پر بچے ہوتے ہیں ان کو اگر اس بات پر آمادہ کر لیا جائے کہ دنیا کو بچانے کے لیے تمھیں کم بچے پیدا کرنے ہیں تو بہت سارے مانع حمل و اسقاط حمل کے پروڈکٹ مارکیٹ میں بآسانی فروخت کیے جا سکتے ہیں۔ ایسے ہی ناامیدی میں مبتلا والدین ایک بچے کے لیے منہ مانگی قیمت دینے تیار ہوں گے۔ یوں دو طرفہ کمائی کے لیے جو منظم کھیل کھیلا جاتا ہے؛ سرمایہ داروں کے آلہ کار مفکرین اس کا عنوان رکھتے ہیں "آبادی کی کثرت، کائنات کے لیے خطرہ"

آبادی اور رزق کا مسئلہ نظام قدرت کے تحت بہت نظم کے ساتھ چلتا رہتا ہے جب تک لوگ تقسیم کرنے والے رب کی تقسیم پر راضی بہ رضا رہیں، مگر جب چند آدمیوں کا ذخیرہ اندوزی کا جنون جوش مارتا ہے اور وہ معاشی و طبی دہشت گردی کا راستہ اپناتے ہیں تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایسے بے حس لوگوں کے ذریعہ جب فطرت سے چھیڑ چھاڑ کی جائے گی اور باقی سارے لوگ اس پر خاموش تماشائی بنے رہیں گے تو اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا تو سب کو بھگتنا پڑے گا۔

یہ الگ بات ہے کہ غضب پر رحمت غالب ہونے کے سبب؛ کم ترین مصیبتوں سے انسانی سماج کو عبرت دلائی جاتی ہے اور قیامت خیز عذاب کو قیامت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ انسانوں کے کرتوتوں کی تباہی پر اگر رحمت الٰہی کا پردہ نہ پڑا ہو تو کائنات اپنی افادیت گم کر دے گی۔ بحر و بر کا فساد تو محض کچھ کرتوتوں کا نتیجہ ہے تاکہ بھٹکا ہوا آدمی عبرت کی آنکھ کھولے اور اللہ کی مقرر کردہ فطرت کے راستے کی طرف پلٹ کر معرفت الٰہی کی منزل کی جانب بڑھتا جائے۔ ❋❋❋

(ص:19 کا بقیہ)

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ: نفسانی خواہش کی پیروی کی ایک علامت یہ ہے کہ بندہ نفلی نیک کام کرنے میں تو بہت جلدی کرے اور واجبات کے حقوق ادا کرنے میں سستی سے کام لے۔ اور یہی حال اکثر مخلوق کا ہے۔ ہاں! جسے اللہ بچائے۔

کچھ لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ کثرت سے اوراد و وظائف اور بھاری بھاری نفلی اعمال میں لگے ہوتے ہیں۔ جب کہ وہی ایک فرض کو بھی کماحقہ انجام نہیں دے پاتے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں بلاشبہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اصول کو ضائع کر کے منزل مقصود تک وصول سے محروم ہو گئے ہیں۔

حضرت ابو محمد مرتعش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے کئی حج ننگے پاؤں اور پیدل سفر کر کے کیے۔ ایک دن رات کے وقت میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ ہاجرہ کو پانی پلا دو، تو مجھے یہ کام بہت بھاری لگا، اس سے میں نے جان لیا کہ پیدل حج کرنے پر میں نے اپنے نفس کی جو بات مانی اس میں میرے نفس کی لذت کا عمل دخل تھا کیونکہ اگر میرا نفس ختم ہو چکا ہوتا تو والدہ کی اطاعت کا وہ کام مجھے بھاری محسوس نہ ہوتا جو شریعت کا حق تھا۔ (تفسير روح البيان، طه، تحت الآية: 112، 5 / 431، دار الفكر - بيروت)

اس لیے پہلے ہی اپنی نیت کو خالص کر لے اور ناموری، شہرت، سیر و تفریح یا تجارت وغیرہ کا ہرگز ہرگز دل میں خیال نہ لائے۔ احرام باندھنے کے بعد کی مسنون دعا میں سے ایک دعا حضور اکرم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے یہ بھی سکھلائی ہے، اس کا ورد کرے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا حَجَّةً غيرَ رِيَآءٍ وَلَا مَنًّا ولا سُمْعَةً. [الترغيب والترهيب، كتاب الحج الترغيب فى الحج والعمرة، 2:116، رقم: 1731]

"یا اللہ میرے لیے اس حج کو ایسا بنا دے کہ جس میں نہ ریا، نہ احسان، اور نہ کسی شہرت کی طلب مقصود ہے۔"

اسی طرح ہر انسان کو چاہیے اپنے ذہن و خیال کو کنٹرول میں رکھے، اور ہر تعجب خیز امر کا ارادہ کرنے والوں پر ریاکاری و ناموری کا مہر نہ لگاتا پھرے، یہ قلبی کیفیت کا معاملہ ہے۔ ہمیں کسی کا سینہ چیر پھاڑ کر اندر جھانکنے کا نہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ برے گمان سے بچنے اور ایک مسلمان کے میں اچھا گمان رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ❋❋❋

ذکرِ جمیل

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف جلیل القدر صحابی رسول، عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور حضرت عمر کی تشکیل کردہ مجلس شوریٰ کے اہم رکن ہیں، سابقین اولین میں شمار ہوتا ہے، یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنہیں ایک نماز میں رسول کریم ﷺ کی امامت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

نام و نسب: نام عبد الرحمٰن ہے، ایام جاہلیت میں آپ کا نام عبد عمرو یا عبد الکعبہ تھا، اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام بدل کر عبد الرحمٰن رکھا

سلسلۂ نسب یہ ہے: عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عبد حارث بن زہرہ بن کلاب قریشی زہری۔

ولادت با سعادت: حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی ولادت واقعہ فیل کے دس سال بعد ہوئی۔

قبول اسلام: نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر مشرف بہ اسلام ہوئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے سیدنا صدیق اکبر کے دوستانہ تعلقات تھے، آپ کو بھی سیدنا صدیق اکبر نے اسلام کی دعوت دی، آپ کے علاوہ سیدنا صدیق اکبر نے حضرت زبیر بن العوام، حضرت عثمان بن عفان، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ کو بھی اسلام کی دعوت پیش کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ کا اثر ان حضرات کے دلوں پر پڑا اور سارے لوگ حضرت ابو بکر کی سربراہی میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی کریم ﷺ نے انھیں اسلام اور قرآنی تعلیمات سے آگاہ فرمایا اور سبھی حضرات نے بلا کسی تردد اور ٹال مٹول کے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف جب ایمان لائے تو آپ کی عمر شریف بیس سال تھی، یہ واقعہ دارِ ارقم میں جانے سے پہلے کا ہے۔

ہجرت حبشہ و مدینہ: آغاز اسلام کے زمانے میں تمام مسلمان نبی کریم ﷺ کے ساتھ دار ارقم میں رہتے تھے۔ جب مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی تو سرکار نے علانیہ طور پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی، اس دعوت سے کفار جل بھن گئے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے لگے، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا، حبشہ کا بادشاہ اصحمہ نجاشی اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نرم گوشہ رکھتا تھا اس نے مسلمانوں کو اپنے ملک میں پناہ دی اور مسلمان بڑے اطمینان کے ساتھ وہاں رہنے لگے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، پھر انھیں اہلِ مکہ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو یہ لوگ واپس مکہ آئے، لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس دیکھا۔ اس کے بعد سرکار نے صحابہ کو مدینہ طیبہ کی طرف عام ہجرت کی اجازت دے دی۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور دیگر مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کے ایما پر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

رشتہ بھائی چارہ: مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا، حضرت عبد الرحمٰن نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مدینہ ہجرت کی اور حضرت سعد بن ربیع کے مہمان ہوئے، جب آپ مدینہ پہنچے تو آپ کے پاس بالکل بھی کوئی مال و زر نہ تھا اور حضرت سعد بن ربیع مال دار صحابی تھے، سرکار نے حضرت عبد الرحمٰن کو حضرت سعد بن ربیع انصاری کا بھائی قرار دیا، پھر حضرت سعد نے آپ سے کہا کہ میں مال دار انصاری صحابی ہوں اور تم میرے بھائی ہو اور تنگدست ہو میں اپنے مال کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں ایک حصہ تم اپنے پاس رکھ لو اور میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو بیوی تمھیں اچھی لگے اسے میں طلاق دے دیتا ہوں، عدت گزر جانے کے بعد تم اس سے نکاح کر

لینا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا:" بارك الله لك في اهلك ومالك دلّني علی السوق "اللہ تعالیٰ تمھارے مال اور تمھارے اہل میں برکت عطا فرمائے (مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں) تم مجھے بازار کا پتا بتاؤ (میں تجارت کروں گا)۔

حضرت عبدالرحمٰن کو لوگوں نے بنی قینقاع کے بازار کا پتا بتایا آپ بازار گئے اور وہاں سے نفع حاصل کر کے کچھ سامان لے کر آئے، پھر روزانہ بازار جاتے اور تجارت کرتے، یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد بارگاہ رسالت میں آئے، سرکار نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر زردی لگی ہوئی ہے، یعنی شادی کی علامات جسم سے ظاہر تھیں، تو پوچھا کہ یہ کیسی زردی ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے، سرکار نے پوچھا کہ کتنی رقم کے عوض نکاح کیا؟ کہا کہ ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا مہر میں دیا، سرکار نے حکم دیا کہ "اولم ولو بشاة "یعنی اے عبدالرحمٰن شادی تو کر لیے، اب ولیمہ بھی کرو اگرچہ ایک بکری ہی کے ذریعہ۔

غزوات میں شرکت: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے غزوۂ بدر، احد، خندق، تبوک وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کی، اس کے علاوہ بیعت رضوان اور فتح مکہ کے موقع پر بھی آپ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ رہے اور تمام غزوات میں اپنی جواں مردی اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔

غزوہ احد کا معرکہ جبل احد کے دامن میں پیش آیا، احد پہاڑ لشکر اسلام کی پشت پر تھا، اس میں ایک تنگ راستہ تھا، اور اس سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں دشمنان اسلام پیچھے سے آکر مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو جائیں، اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبیر بن مطعم کی سرکردگی میں پچاس تیر اندازوں کو وہاں مامور کیا، ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ تمام کفار پر نظر رکھنا، اگر اس طرف کفار حملہ کرنا چاہیں تو انھیں تیر برسا کر پسپا کر دینا، اور اس جنگ میں ہماری شکست ہو یا فتح، کسی بھی حال میں اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ ابتدائی جنگ میں مسلمانوں نے ایسا حملہ کیا کہ کفار کے لشکر کے درمیان افراتفری مچ گئی اور نتیجتاً انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور پیچھے ہٹ گئے، مسلمانوں نے سوچا کہ ہم فتح یاب ہو گئے اور مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے، درے پر موجود مسلمانوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بھی مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے نیچے اترے، کفار نے موقع پا کر دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملہ کے باعث مسلمان بدحواس ہو گئے اور اس افراتفری کے عالم میں سب ادھر ادھر بکھر گئے، اس وقت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف سرکار کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

حضرت حارث بن صمہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک گھاٹی پر مجھ سے پوچھا کہ ابن عوف کہاں رہ گئے کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟

آپ نے کہا کہ میں نے انہیں ایک جگہ دیکھا تھا جہاں ہر طرف کے مشرکین نے انہیں اپنے نرغے میں لے رکھا ہے، میں نے سوچا کہ مشرکین پر حملہ کر کے عبدالرحمٰن بن عوف کا دفاع کروں اتنے میں میری نظر آپ پر پڑ گئی، میں آپ کے پاس آ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"ان الملائكة تمنعه "فرشتے ان کا دفاع کر رہے ہیں، حارث فرماتے ہیں کہ میں دوبارہ عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس گیا تو دیکھا کہ سات مشرکین کی لاشیں بکھری پڑی ہیں، میں نے پوچھا کہ اے عبدالرحمٰن ان مشرکین کو آپ نے قتل کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کی اس شخص کو ارطاۃ بن شرحبیل نے اور ان دونوں کو میں نے قتل کیا ہے اور باقی جو لاشیں پڑی ہیں یہ لوگ ایسے لوگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جن کی شکل کبھی میں نے نہیں دیکھی تھی۔

امتیازی شان: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو رسول کریم ﷺ نے ایک امتیازی خصوصیت سے بھی نوازا تھا۔ اسلامی شریعت میں ریشمی کپڑوں کا استعمال مردوں کے لیے ناجائز ہے مگر عبدالرحمٰن بن عوف جلدی بیماریوں سے کچھ پریشان ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے اس کے لیے ریشمی کپڑوں کا استعمال جائز کر دیا۔

زہد و تقویٰ: نوفل بن ایاس ہذلی کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف ہمارے بڑے اچھے ساتھی تھے، وہ ایک روز جب اپنے گھر واپس آئے اور نہا دھو کر فارغ ہوئے تو ہمارے پاس پیالے میں گوشت اور روٹی لے کر آئے اور رو پڑے۔ ہم نے دریافت کیا: اے ابو محمد! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ کے گھر والوں نے کبھی بھی شکم سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی اور ہمیں ہمیشہ خیر کی رہنمائی کی۔

حضرت عبدالرحمٰن اپنی عبادات و ریاضات کو مخفی رکھنے کی کوشش میں رہا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اکثر مغرب کے بعد سنت گھر جا کر پڑھتے۔

ابو ہیاج فرماتے ہیں کہ ایک شخص خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ دعا کر رہا تھا: یااللہ ! مجھے اپنے نفس کے لالچ سے محفوظ فرما، فرماتے ہیں کہ جب میں اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو پتا چلا کہ عبدالرحمٰن بن عوف تھے۔

انفاق فی سبیل اللہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بڑے ثروت مند صحابی تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ مال و دولت سے نوازا تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف خدا کی عطا کردہ دولت کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے، جب بھی ضرورت پڑی اپنے مال کو راہ خدا میں خیرات کر دیا۔ معمر نے زہری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عہد رسالت میں اپنے مال کا ایک حصہ راہِ خدا میں صدقہ کیا اس کے بعد چالیس ہزار دینار دوسری مرتبہ صدقہ کیا، 500 مجاہدین کے لیے جنگی گھوڑوں کا انتظام کیا اور ان کی تجارت ان کی دولت کا ذریعہ تھی۔

جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ ابنِ عوف نے 30000 غلام آزاد کیے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ کو خرچ کرنے کا حکم دیا، اس مرتبہ عبدالرحمٰن بن عوف نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت عمر نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ آج عبدالرحمٰن نے گھر والوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑا، سارا مال نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لاکر پیش کر دیا۔ سرکار نے آپ سے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؛ عرض کیا یارسول اللہ ! جتنا آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے اس سے زیادہ مال اپنے اہل و عیال کے لیے چھوڑا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی امامت کرنے کا شرف: غزوۂ تبوک کے موقع پر اللہ رب العزت نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو وہ شرف عطا فرمایا کہ آپ سے پہلے وہ صرف کسی کو حاصل نہ ہوا، یعنی نبی کریم ﷺ نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ واقعہ یوں پیش آیا کہ نماز کا وقت ہو چکا تھا اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما نہ تھے، کہیں دوسری جگہ تشریف لے گئے تھے۔ لوگوں نے ابنِ عوف کو امام بنایا اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے، ابھی ایک رکعت بھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور جماعت میں شامل ہو کر ابن عوف کی امامت میں نماز ادا کی۔

امہات المومنین کی خدمت: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ امہات المومنین کے گھریلو اخراجات کا خیال رکھتے تھے، جب سفر پر کہیں جانے کا ارادہ ہوتا تو خدمت میں حاضر ہو جاتے، جب حج کا ارادہ کرتیں تو ابنِ عوف سواری اور زادِ راہ کا مکمل انتظام کر دیا کرتے تھے۔ آپ اس خدمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور امہات المومنین بھی آپ سے بہت خوش رہتیں اور دعائیں دیتیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابن عوف کا سات سو اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا، ساری اونٹنیوں پر ساز و سامان اور غلہ لدا ہوا تھا، جب یہ اونٹنیاں مدینہ پہنچیں تو مدینہ طیبہ کی زمین تھر تھرانے لگی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ کیسی تھرتھراہٹ ہے ؟ تو بتایا کہ ابنِ عوف کا سات سو اونٹوں پر مشتمل قافلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا ہے، اس پر ام المومنین بہت خوش ہوئیں اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ یا اللہ انھیں تونے جو کچھ عطا فرمایا ہے، اس میں برکت عطا فرما اور انھیں آخرت میں اس سے بڑھ کر ثواب اور اجر عطا فرما۔

جنت کی بشارت اور وصال پر ملال: نبی کریم ﷺ نے ابن عوف کے متعلق یہ بشارت عطا فرمائی کہ میں نے ابنِ عوف کو جنت میں اچھلتے کودتے دیکھا ہے جب یہ خبر آپ نے سنی تو بے انتہا خوش ہوئے۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ بہت روتے، جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ مصعب بن عمیر مجھ سے بہت اچھے تھے ان کی وفات عہدِ رسالت میں ہوئی اور انہیں اتنا کفن بھی میسر نہ ہو سکا کہ ان کا پورا بدن ڈھک جائے، حمزہ بن عبدالمطلب کی جب شہادت ہوئی تو ان کے لیے بھی پورا کفن میسر نہ تھا اور وہ بھی مجھ سے بہت اچھے تھے۔ مجھے خوف ہے کہ شاید دنیا ہی میں میرے لیے اچھائیاں مقرر کر دی گئی ہیں اور آخرت میں مجھے اس کا کچھ حصہ نہ مل سکے گا، مجھے اندیشہ ہے کہ کثرت مال کی وجہ سے کہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نعمت ابدی سے آخرت میں دور نہ کر دیا جاؤں۔

مغیرہ بن اخنس کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت واقعۂ فیل کے دسویں سال ہوئی اور انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف 55 سال تھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (ماخوذ از: البدایۃ والنہایۃ، سیر اعلام النبلاء وغیرہ)

*****

ترغیب عمل

امام احمد رضا

اہلِ بیتِ اطہار اور صحابہ کرام سے محبت

مفتی منیب الرحمٰن

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کو ایک سو ایک سال گزر چکے ہیں، ان کی شخصیت کثیر الجہات ہے، انہوں نے علم کے متعدّد شعبوں میں تحریری شاہکار چھوڑے ہیں، اُن کے فتاویٰ کا مجموعہ مفصّل اور مدلّل ہے۔ اُن کا نعتیہ کلام قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور اُسی کی ترجمانی ہے۔ اُنہوں نے سیرتِ نبوی کے واقعات کو نہایت جامعیت، کاملیت اور معنویت کے ساتھ اشعار میں ایسے سمویا کہ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ سفرِ ہجرت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاں نثاری اور ایک سفر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول اللہ ﷺ سے کمال محبت کو ایک ساتھ بیان کرتے ہوئے اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں: غلامانِ مصطفی ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تقاضوں پر پورا اترتے ہوئے اصل الاصول اور روحِ ایمان رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام ہے اور یہ شِعارِ ایثار وادب صحابہ کرام میں مرتبۂ کمال پر تھا، اس میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقام سب سے نمایاں ہے، وہ لکھتے ہیں:

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر، سب سے جو اعلیٰ خَطر کی ہے
صدیق، بلکہ غار میں جاں اُن پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان، فُروضِ غُرَر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

ان اشعار کا معنی یہ ہے: غزوۂ خیبر سے واپسی کے سفر میں رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زانوں پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کے آرام کو فرض نماز کی ادائیگی پر ترجیح دی اور اُن کی عصر کی نماز قضا ہوگئی، رسول اللہ ﷺ کی دعا سے سورج پلٹ آیا اور انہوں نے عصر کی نماز ادا کی، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غارِ ثور میں سانپ کے بِل پر اپنا انگوٹھا رکھا اور ڈسے جانے کی اذیت کے باوجود انہوں نے آپ ﷺ کے آرام میں خلل نہ آنے دیا اور اپنی حد تک تعظیم مصطفی ﷺ میں اپنی جان نذر کردی، خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس شعار سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم فرائض پر مقدم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور سلام پیش کرتے ہوئے ان کی شانِ عدالت اور ترجمانِ رسالت ہونے کا ذکر فرمایا، انہیں امامِ ہدایت، حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والا اور باطل پرستوں کے لیے ننگی تلوار قرار دیتے ہوئے کہا: اُن کے دشمنوں کا ٹھکانا جہنم ہے:

ترجمانِ نبی، ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے اَعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امامُ الہدیٰ
تیغِ مسلول شدّت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور سلام پیش کرتے ہوئے ان کا ذکر ذوالنّورین کے لقب کے ساتھ کیا اور بتایا کہ آپ ﷺ کا خاندان نور ہی نور تھا اور آپ کی دو نورانی صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں:

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانہ نور کا

غدیر خُم کے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں"، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مولیٰ کے وصف کے ساتھ ذکر کیا اور یہ کہ آپ ﷺ نے انہیں بوتراب کا لقب عطا فرمایا تھا، وہ دشمن پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے سب سے بہادر شیر ہیں، سید المرسلین ﷺ کی نسلِ پاک اُن سے جاری ہوئی، وہ وصالِ باری تعالیٰ کا وسیلہ ہیں اور ولایت کے سلسلوں کا مدار و محور ہیں؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس نے لقب خاک، شہنشاہ سے پایا
جو حیدرِ کرّار کہ مولیٰ ہے ہمارا
مرتضیٰ شیرِ حق اَشجع الاَشجعیں
ساقیِ شِیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصلِ نسلِ صفا، وجہِ وصلِ خدا
بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

پھر امام احمد رضا قادری نے ایک حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ابوبکر و عمر" انبیاو مرسلین کے سوا اولین وآخرین کے پختہ عمر جنتیوں کے سردار ہوں گے، تم انہیں نہ بتانا۔" (ترمذی:3666)' بعض شارحین نے اس کا معنیٰ بیان کیا: علی! تم انہیں نہ بتانا، میں خود انہیں بشارت سناؤں گا؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فرماتے ہیں، یہ دونوں ہیں سردارِ دوجہاں
اے مرتضیٰ! عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

اسی طرح امام احمد رضا اس روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ اہلِ صفّہ بھوک سے نڈھال تھے، کوئی دودھ کا برتن لے کر آیا، آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ سے کہا: سب کو پلاؤ، کم و بیش ستر اصحابِ صفہ نے پیٹ بھر کر پیا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پیا، آخر میں ساقیِ کوثر ﷺ نے خود نوش فرمایا اور فرمایا: پیاسی قوم کو سیراب کرنے والا خود سب سے آخر میں اپنی پیاس بجھاتا ہے، یہ رسالت مآب ﷺ کا معجزہ تھا کہ تھوڑا سا دودھ اتنے اصحاب کی بھوک اور پیاس کو مٹانے کے لیے کافی ثابت ہوا:

کیوں جنابِ بوہریرہ! تھا وہ کیسا جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

اہلِ بیتِ اطہار علیہم الرضوان کی شان بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں: "نسلِ پاکِ مصطفی ﷺ کا جو چمنستان ہے، خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کلی سے حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صورت میں نورانی شگوفے نکلے۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں، حسین اور حسن پھول

امام احمد رضا جب سیدہ فاطمۃ الزہرا کے آستانے پہ حاضر ہوئے تو کچھ عرض کرنے کا حوصلہ نہ تھا، ایسا لگا کہ فرشتوں نے کہا: اے آقائے دوجہاں کی شہزادی! آپ کے در پر رسول اللہ ﷺ کا منگتا حاضر ہے:

مجھ کو کیا منہ عرض کا، لیکن فرشتوں نے کہا
شہزادی! در پہ حاضر ہے یہ منگتا نور کا

امام احمد رضا اہلِ بیت اطہار کی شان میں سلام عرض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بارگاہِ اقدس ﷺ کے یہ پھول صحیفے کے پاروں کی طرح ہمارے لیے متبرک اور عقیدت کا مرکز ہیں، آیۂ تطہیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ان کی نُمو آبِ تطہیر سے ہوئی ہے، اہلِ بیت نبوت کا سارا باغ ہی شرافت کے پھولوں سے آباد ہے:

پارہ ہائے صُحُف، غنچہ ہائے قدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیرُالرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفی
حجلہ آرائے عِفّت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اُس ردائے نَزاہت پہ لاکھوں سلام

سیّدہ زاہرہ طیّبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضراتِ حسنین کریمین کو آپ ﷺ نے اپنے لعابِ دہن مبارک میں کھجور کی مٹھاس ملاکر گھٹی دی، ان کے لیے اپنے سجدوں کو طویل کیا، انہیں اپنی گود میں بٹھاکر خطبہ ارشاد فرمایا۔ امامِ عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دشتِ غربت میں انتہائی شقاوت و سنگ دلی سے شہید کیا گیا، امامِ حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخیوں کے سردار، راکبِ دوشِ نبوت اور آفتابِ ہدایت تھے، اُن کی شان میں آپ لکھتے ہیں:

شہد خوارِ لُعابِ زبانِ نبی
چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام
اُس شہیدِ بلا، شاہِ گلگوں قبا
بے کسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
حَسَنِ مجتبیٰ، سیّدُ الاسخیاء
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
اَوجِ مہرِ ہدیٰ، موجِ بحرِ ندیٰ
رَوحِ رُوحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

سید المرسلین ﷺ کا سایہ نہ تھا، حسنینِ کریمین ؓ نورِ نبوت کا پرتو تھے اور اُن دونوں شہزادوں کی صورتوں کے ملاپ سے صورتِ مصطفیٰ کی شبیہ بنتی تھی:

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین
اُس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اُس سایہ کے دو حصے کیے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین
ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حُسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا
صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِّ توام میں لکھا ہے یہ دو وَرقہ نور کا

ازواجِ مطہرات، امہات المومنین رضوان اللہ علیہن سے اظہارِ عقیدت کرتے ہوئے انہیں اس گھر کی آبرو و قرار دیتے ہیں، جہاں آیۂ تطہیر اتری، وہ عفت مآب تھیں :

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام
جلوہ گیانِ بیتُ الشّرف پر دُرود
پردگیانِ عفّت پہ لاکھوں سلام

بالخصوص ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے لیے مشکل وقت میں جائے امن تھیں، انہوں نے رفاقت کا حق ادا کردیا، ان پر فرشتے سلام لے کر اترتے تھے:

سَیّما پہلی ماں کہفِ امن و اماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وہ ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے لیے باعثِ راحت تھیں، اُن کی پاک دامنی کی شہادت سورہ نور میں نازل ہوئی، اُن کے کاشانہ اقدس میں جبریلِ امین بھی اجازت لے کر آتے تھے، وہ مجتہدہ اور فقیہہ تھیں، پوری امت اُن کے علمی مقام کی معترف ہے:

بنتِ صدیق، آرامِ جانِ نبی
اس حریمِ براءَت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور، جن کی گواہ
ان کی پُرنور صورت پہ لاکھوں سلام
جس میں روحُ القدس، بے اجازت نہ جائیں
اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ تاباں، وہ کاشانۂ اجتہاد
مفتیِ چار ملت پہ لاکھوں سلام

نوٹ: امام احمد رضا کے کلام میں عربی اور فارسی کے ثقیل الفاظ ہیں، قارئین کے لیے ہم نے حرکات لکھ دی ہیں، کالم کی تنگ دامانی کے سبب معانی نہ لکھنے پر معذرت خواہ ہوں۔ * * * *

سفرنامہ

چوتھی قسط

سفرنامۂ عرب

خالد ایوب مصباحی شیرانی

گھماؤ دار بیری کیڈس سے خراماں خراماں چلتے ہم ان پاکیزہ جالیوں سے قریب ہو چکے تھے، جن کی عظمتیں بیان کرنے کے لیے انسانی لغت میں کوئی صد فیصد مناسب لفظ نہیں۔ بھیڑ میں گھرے ان دیوانوں پر رشک آتا تھا، جن کی زبانوں پر درود کے نغمے تھے لیکن بھرائی آواز کی وجہ سے الفاظ بھی صحیح ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔ کچھ وہ تھے جن کی ہچکیاں سی بند چکی تھیں۔

ایک عاشق زار کے لیے بائیں جانب واقع چند گز میں بنے اس آستانہ کرم کی سرحد پار کرنا، کسی پل صراط کے عبور سے کچھ کم نہیں ہوتا، جس میں سب سے پہلے شہنشاہ رسالت اور ان کے ٹھیک بغل میں قدرے قدموں کی طرف ان کے دونوں وزیر حضرات ابو بکر صدیق و عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ آرام فرما ہیں۔

کوئی پچیس بائی پچیس کے ہال کی مقدار بھر میں بنے ہوئے اس نازش عظمت آستانے کی جالیاں اتنی باریک بنی گئی ہیں کہ باہر سے اندر کی جھلک بھی نہیں پائی جا سکتی اور عشق و مستی کے لیے یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے، جہاں ارمان تڑپ تڑپ جاتے ہیں۔ کہاں تو یہ جی مچل رہا ہوتا ہے کہ مکین گنبد کی عظمتوں کو سجدہ نیاز پیش کیا جائے اور کہاں یہ ستم کہ مکاں کی قدم بوسی بھی نصیب کم نصیباں نہ ہو۔

اگر کج فہم گورنمنٹ کی طرف سے مسلط کردہ شرک و بدعت کی تہمت لگانے والے مطوعوں کا قہر نہ ہو تو دنیا نظارہ دیکھے کہ محبوبیت کسے کہتے ہیں اور چاہنے والے کیسے ہوتے ہیں۔

حجی، حجی! کہتے یہ حرماں نصیب کوشش کرتے ہیں کہ کوئی فاتحہ نہ پڑھنے پائے، ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کر سکے اور رک کر اپنے دل کو تسلی نہ دے لے۔ اس لیے دنیا بھر سے آئے جگر سوختہ دیوان گان عشق مجبور ہوتے ہیں کہ ایک راستے سے داخل ہوں اور دوسرے راستے سے گزرتے سے گزر جائیں کیوں کہ اسی قدر کی وہاں گنجائش ہوتی ہے اور اسی کا ظالمانہ اہتمام۔

ہم نے دیکھا کہ یہ کچھ بے ریش اور کچھ باریش مطوعے نظریں گاڑ گاڑ کر چہرے پہچاننے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں اور جن نورانی چہروں سے یہ ہویدا ہوتا ہے کہ وہ کچھ خاص ہیں، ان پر خاص نظریں رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ قطعًا نہ رکنے پائیں۔ اگر کسی مست نے ہاتھ اٹھا لیے تو واللہ شرک کہہ کر ہاتھ جھاڑ دیتے ہیں۔

سرحد عشق و نور عبور کر لینے کے بعد جہاں تک چل پائیں، الٹے پاؤں چلنے اور حسرت بھری نگاہوں سے مڑ مڑ کر پیچھے دیکھنے کی لذت بھی صرف یہیں محسوس ہوتی ہے۔

چوں کہ اصل روضۂ مقدس کی سرحد تو ایک مدہوشی کی سی کیفیت کے ساتھ گزر جاتی ہے، جہاں زیادہ سے زیادہ ہوش رہتا ہے تو تکتے ہوئے صرف یہ پکار پانے کا "الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلاۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ" اور بس۔

اس لیے جنھیں خراج عقیدت پیش کرنا ہوتا ہے، وہ کشتگان عشق یہ تدبیر نکالتے ہیں کہ خروج کے ٹھیک سامنے ایک بار پھر کچھ گھماؤ دار بیری کیڈس سے گزر کر اس بابرکت احاطے میں جا دھمکتے ہیں، جہاں بیٹھ کر وہ روضہ اقدس کو تکتے ہوئے اپنی تمام حسرتیں پیش کر سکتے ہیں اور ظاہر ہے کوئی بھی دانش ور یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا۔ ہم نے بھی اسی حسرت کدے میں اپنے ارمان نکالے۔

دھکا مکی، گہما گہمی اور خوش اہتمام حکومت کے بد اعتقاد نظریات کی ستم ظریفی کے بعد یہاں کی اطمینان بخش حاضری میں جو سکینہ میسر آتا ہے، وہ دنیا اور مافیہا کی ہر دولت سے مہنگا ہے۔

ذکر و فکر اور روضہ انور کی دل بھر زیارت میں انہماک کے دوران ہی ہم نے اپنے بغل میں تشریف فرما تین عمر دراز زائرین کو ہمارے مارواڑ کے پالی شہر کے لہجے میں بات کرتے پایا تو ان سے یہ کہہ کر مخاطب ہوئے: کیا آپ پالی کے رہنے والے ہیں؟ ان کا جواب "نہیں ہم کراچی کے رہنے والے ہیں" سن کر حیرت کی انتہا نہ رہی۔ خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ کراچی میں بھی کوئی مارواڑی بولنے والا

ہوگا لیکن انھوں نے یہ بتاتے ہوئے ہماری حیرت کو دوبالا کر دیا کہ ہم پشتینی طور پر جودھ پور کے رہنے والے ہیں اور ہم نے اپنے گھروں میں اس بات کا اہتمام کر رکھا ہے کہ ہم مارواڑی میں ہی بات کرتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے دلچسپ اور یادگار سانحہ تھا۔

ہم نے مدینہ شریف میں یہ دلچسپ تجربہ کیا کہ اس شہر برکت سے دور رہتے ہوئے دل کے اندر جو خاص قسم کا اشتیاق تھا، اب جب کہ ہم قدمانِ ناز میں نیاز کیش ہیں، اپنے آپ کو اتنا سرمست نہیں پاتے اور شاید یہی وجہ ہے کہ کچھ دیر نیاز پیش کرنے کے بعد ہم نے جہاں ان مارواڑیوں سے بات کی، وہیں کچھ یادگار تصویریں بھی اپنے کیمرے میں قید کر لیں جبکہ دخول مدینہ سے پہلے یہ تصور بھی پریشان کن لگتا تھا: کیا مدینہ جانے کے بعد بھی کوئی تصویر کشی جیسے لایعنی شغل میں مصروف ہوتا ہے! ایسا کیوں؟

ہمیں اپنی اس آپ بیتی سے لاشعور میں پیدا شدہ سوال کا اطمینان بخش جواب ابھی اسی ہفتے عطر و اتہاس کے شہر قنوج میں بحر العرفان حضرت علامہ مفتی آفاق احمد مجددی علیہ الرحمہ سے روحانی اور صوفیانہ فیض پائے ہوئے ان کے نہایت چہیتے شاگرد، خلیفہ اور معتمد حضرت علامہ مفتی آصف احمد مجددی دام ظلہ کے ذریعے ملا اور بہت خوب ملا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت بحر العرفان علیہ الرحمہ نے حاضری مدینہ کے وقت اپنے حاضر باشوں سے فرمایا تھا: مدینہ منورہ میں انوار و تجلیات کی اس قدر ہماہمی رہتی ہے کہ عام انسان کو روحانی سکون اور موسلا دھار بارش انوار کی وجہ سے کوئی بہت اسپیشل روحانی تجربہ نہیں ہوتا لیکن خبردار اس کی وجہ سے کبھی غفلت یا بدگمانی کا شکار نہ ہو جانا، یہ دراصل مدینہ منورہ کی امتیازی شان ہے۔

افطار کا وقت قریب تھا اور اسی کے ساتھ دن بھر سایہ بان رہنے والی آٹومیٹک چھتریاں سمٹنے لگی تھیں، اب کھلے آسمان کے ساتھ گنبد خضریٰ کا جو رنگ تھا، وہ الگ ہی مزہ دیتا تھا۔

نماز عصر کے معا بعد اصل مسجد سے شروع ہونے والی افطاری تیاریوں نے اب تک مسجد کے باہر دائیں بائیں آگے پیچھے پورے احاطہ نور کو گھیر لیا تھا۔ ہم نے یہ پایا کہ بنا کسی ہنگامہ خیز گہما گہمی کے ایک ٹیم تھی جو نہایت سلیقے سے سفرے بچھاتی، کوئی پانی کا انتظام کر رہا تھا، انتظامی گاڑیاں رواں دواں تھیں، کٹس کے پیکٹ لائے دیے جا رہے تھے اور مسجد کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے 1994 میں ملک فہد بن عبد العزیز کے ذریعے کروائی گئی نویں توسیع کے مطابق 6 لاکھ نمازیوں کی گنجائش والی مسجد کے کوئی تین چوتھائی سے زیادہ حصہ صحن میں زمین پر سفرے تھے اور زمین سے اوپر انسانی سر۔

ہم بھی اب اپنی مبارک بیٹھک سے اٹھ کر کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں افطار کی کھجوریں چکھ سکیں۔ حافظ صاحب کا کہنا تھا کہ ہم جس دروازے سے داخل ہوئے تھے، اسی کے آس پاس افطار کریں گے۔ اس مشورے پر عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ اس منزل تک پہنچنے کے لیے ہم نے آدھی سے زیادہ مسجد منور کا طواف کر لیا۔ اس دوران رضاکارانہ افطار کروانے والے قدم قدم پر اصرار کر رہے تھے کہ ان کے سفرے پر افطار کیا جائے۔ ہم نے حافظ صاحب سے کہا: ابھی افطار کے لیے ہماری سماجت کی جا رہی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ انتہائی وقت میں ہمیں سماجت کرنی پڑے۔ اپنے طے شدہ ٹارگیٹ کے قریب جا کر ہم نے افطار کیا، وہیں نماز مغرب ادا کی اور ایک بار کے لیے روم پر چلے گئے لیکن عشا کے بعد پھر ایک تفصیلی حاضری کے لیے حاضر دربار ہوئے۔ اس وقت جے پور کے رہنے والے نوجوان عاشق زار محمد فرمان بھائی کا رقت انگیز میسج ملا۔ وہ یاد مدینہ میں بڑے بے چین تھے اور حاضری کی دعاؤں کے لیے والہانہ عرض گزار بھی۔

الحمد للہ اس دوران کی تمام حاضریوں میں میں نے یہ اہتمام رکھا کہ جو جو احباب خیالات میں گزرتے گئے، یاد آتے رہے یا دعاؤں کے لیے گزارشیں کرتے رہے، سب کے لیے نام بنام اور یاد بیاد دعائیں کی، اس یقین کے ساتھ کہ دعائیں کرنا بھی بجائے خود عبادت ہے اور دوسروں کے لیے دعا کرنے والا کریم کے در سے خود کے لیے خود بخود پاتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کل شہر مدینہ کے کچھ اور نظارہ دیکھیں گے۔

نازش جنت شہر مدینہ:

مدینہ شریف کی پہلی رات خصوصی حاضری کی نیت سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ دیوانوں کی طرح مسجد کے الگ الگ حصوں میں گھومتے رہنے، جگہ جگہ بیٹھنے، کبھی اٹھنے، کبھی لیٹنے، بنا پیاس کے بھی آب زمزم پینے اور کبھی وضو ہوتے ہوئے بھی وضو کے لیے جانے کا دیوانہ پن بھی الگ ہی قسم کا ہوتا ہے۔

مسلسل جھم جھم برس رہی انوار و تجلیات کی بارشوں میں ایسا سب سے نہیں ہو پاتا کہ دیر تک عبادتیں کریں لیکن یہاں جتنی دیر بھی عبادتیں کرنے کا موقع ملتا ہے، الگ ہی پر لطف عبادتیں ہوتی ہیں۔

سلمان بھائی کی کوشش ہوتی تھی کہ جیسے جیسے انھیں فرصت ملے، وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ گھمائیں اور زیارتیں کروائیں لیکن یہ جیسے ان کے لیے ڈیوٹی ٹائم کی وجہ سے آسان نہ تھا، ویسے ہی پہلی پہلی حاضری میں ہماری غیرت طبیعت بھی اس بات کے لیے کچھ زیادہ تیار نہ تھی کہ دربار اعظم کے علاوہ دوسری زیارتوں میں خاصی دلچسپی دکھائی جائے، شاید اسی لیے گزرتی سی چند حاضریوں کے علاوہ موقع کے باوجود نہ مسجد قبا حاضری دی جا سکی، نہ مسجد قبلتین اور نہ ہی دوسری زیارت گاہیں وزٹ کی جا سکیں۔

سلمان بھائی دوسرے دن ہمیں بوقت عصر سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک اور مسجد لے گئے۔

مبارک احد کے کوہستانی سلسلے کی جڑ میں واقع حضرت سید الشہدا کا یہ مضبوط اڈہ ایسے لگتا ہے جیسے کسی با حوصلہ امیر نے اعتقادی تزلزل کی دنیا میں مضبوط کیل ٹھونک رکھی ہو۔

یہاں بشمول افضل المقابر جنت البقیع کے قبرستانوں میں نہ اس ہریالی کا تصور ہوتا ہے جو ہمارے یہاں ہوتی ہے اور نہ ہی حکومت کے دست برد سے بچ پائے چند گنے چنے خوش قسمت مزارات پر وہ ظاہری رونقیں جو ہندو پاک میں عام مزارات پر بھی ہوتی ہیں۔

کہاں حضرت سید الشہدا جیسے عظیم المرتبت مقرب بارگاہ رسالت کا مزار عالی اور کہاں وہ ویرانی سی ویرانی جو محض کسی محصور کھیت کھلیان کا تصور پیش کرتی ہے۔

چھوٹے باغیچے بھر کی چہار دیواری میں پتھریلا سپاٹ پڑا ہے جس میں کہیں کہیں ابھرے ہوئے حصوں سے لگتا ہے یہاں کچھ آثار و مزارات ہوں گے لیکن ایسا کوئی امتیاز نہیں، جس سے یہ پتہ چل سکے کہ حضرت سید الشہدا ان ابھرے ہوئے حصوں میں سے کس حصے میں تشریف فرما ہیں۔

چہار دیواری کے ساتھ ہی مزارات پر حاضری کے آداب بتانے والے ہورڈنگس لگے ہوئے ہیں جن میں جنت البقیع میں موجود ہورڈنگس کی طرح یہ نشان دہی کی گئی ہے کہ مزارات کو پوجنا شرک، وہاں ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرنا ناجائز اور مزارات کے ادب کے ناطے الٹے پاؤں پلٹنا بدعت ہے۔

ابھی ہم اس حصار امیر حمزہ میں موجود بے نام و نشان مزارات مبارکہ کی حاضری بجا لا رہے تھے کہ مطوعے کی گاڑی آدھمکی اور ہم جیسی برکاتی ٹوپیاں اوڑھے کئی بدعتی زائرین کو ہانکنے اور نصیحتیں دینے لگا۔

حضرت سید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک کوہ احد کی جڑ میں واقع ہے۔ احد کا ایک سلسلہ ہے، جو دور تک پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں سلمان بھائی نے اس کی ٹھیک جڑ میں لے جا کر بہت سی باتیں بتائیں اور ڈھیروں یادگاریں دکھائیں۔

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ احد کو بارگاہ رسالت میں خاص قسم کا تقرب حاصل تھا۔ اکیلا پہاڑ ہے جسے حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے درجہ محبوبیت سے نوازا ہے۔

رات کی تاریکی میں جب جڑ میں موجود لائٹنگ سے اس پر روشنی پڑتی ہے اور پہاڑ کی لمبائی میں لکھا ہوا کلمہ طیبہ دور سے چمکتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے زندگی کی قیمت وصول ہو گئی۔

خیال رہے شہر مدینہ ایسا شہر ہے جو چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ ایک کوہستانی تسلسل ہے اور شہر کی دیدہ زیبی ہے۔ جتنی گراں قیمت رونقیں کسی شہر کے کوچہ و بازار میں ہوتی ہیں، اتنی تو مدینے کے اس کوہستانی تسلسل میں فطرتاً موجود ہیں۔

ایک رات ہمارے دوست حضرت مولانا محمود مدنی صاحب جو مدینہ منورہ میں ملازمت کرتے ہیں، ان کی رفاقت میں خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بیر رومہ اور باغ دیکھنے کا بھی موقع ملا، جن کی اپنی شانیں اور اپنی مستقل تاریخیں ہیں۔

اسی رات گزرتے ہوئے سر راہ مدینہ منورہ میں واقع جامعہ اسلامیہ المعروف مدینہ یونیورسٹی دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ یونیورسٹی اپنی ساخت میں جتنی خوب صورت ہے، زمینی طور پر اتنی ہی پھیلی ہوئی ہے البتہ اس دانش گاہ سے یہ چوک رہی کہ اس نے اپنی عالمی شناخت سلفی آئیڈیالوجی کی بنائی ہے جو بہر صورت بدلی جانی چاہیے اور ظاہر ہے یہ توسع کے بنا ممکن نہیں۔

جامعہ اسلامیہ سے ٹھیک متّصل جامعہ طیبہ ہے جو گرلس یونیورسٹی ہے۔ مدینہ منورہ کی علمی رونقیں ان دونوں جامعات سے وابستہ ہیں۔

جامعہ اسلامیہ کی من جملہ سہولیات میں یہ بھی شامل ہے کہ وہاں کے طلبہ کا ایک خاص وقت جو کئی گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے، مسجد نبوی میں گزرتا ہے اور اس کے لیے طلبہ کی آمد و رفت کے اوقات میں حرم نبوی کے گیٹ پر جامعہ اسلامیہ کی لو فلور بسیں تیار ملتی ہیں۔

بتاتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف کے دروس میں خاصی تعداد

جامعہ اسلامیہ کے طلبہ کی ہوتی ہے۔

الحمدللہ رب العالمین مدینہ شریف کے تپتے دنوں کے بعد ٹھنڈی راتوں میں قدرے غنیمت حاضریاں نصیب ہوئیں۔ عام طور پر ہندوپاک کے متصلب اہل سنت کا معمول یہاں دن کی بجائے نور و نکہت کی اطمینان بخش راتیں گزارنا ہوتا ہے۔

سلمان بھائی کا فلیٹ حرم نبوی سے کوئی تین کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہ نوبت نہ آئی کہ پیدل آنا جانا پڑے۔ ہاں! دوسری حاضری میں ایک مرتبہ سلمان بھائی کو بتائے بنا پیدل جانے کا موقع ملا۔

حرم سے فلیٹ پر جاتے ہوئے تھوڑی دوری پر ترکی عہد کا ریلوے اسٹیشن، مسجد اور ریلوے ٹریک واقع ہوتے ہیں جنھیں قد آدم دیواروں سے گھیرا گیا ہے۔ ان آثار کو دیکھ کر ایسا نہیں لگتا جیسے ان پر سو سال کا زمانہ بیت چکا ہو۔

مکہ یعنی امن واحترام اور نیکیوں کا شہر:

5اپریل 2022 کو دوپہر 2 بجے ہم نے سلمان بھائی کے فلیٹ پر دور سے حرم نبوی کے بلند میناروں کو وداعی سلام پیش کیا اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق مسجد میقات پہنچ گئے، جہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر ہمیں مکہ مکرمہ میں واقع دنیا کے پہلے گھر کی زیارت کے لیے جانا تھا۔ کالے غلاف میں لپٹا اینٹ گارے سے بنا وہ پہلا گھر جس کی عظمتوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، جس کا دیوانہ وار طواف کیا جاتا ہے، جو پوری کائنات کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے، جس کے دیدار سے آنکھیں نہیں بھرتیں، جو گناہوں کو جذب کرتا ہے اور جو نیکیوں کو لاکھ گنا بڑھا دیتا ہے۔

وہ چوکور گھر جو پوری کائنات کا ڈائریکشن طے کرتا ہے۔ وہ نشان احترام کعبہ جس کے منفرد احترام کی وجہ سے پورا خطہ حرم بنا ہوا ہے۔ مصیبتوں کی استعارہ دنیا میں وہ نایاب منطقہ جہاں حشرات و حیوانات ہی نہیں جمادات کو بھی امن کی ضمانت دی جاتی ہے۔ ایسا محترم خانہ خدا جس کے حضور حاضر ہونے سے پہلے اسپیشل ڈریس پہننا ہوتا ہے، دیوانہ وار اس کے گرد چکر لگانے ہوتے ہیں اور جس کی حاضری کے بعد سر کے بال بھی مقدس ہو جاتے ہیں۔

ہمارا 3 نفری قافلہ احرام باندھنے کی نیت سے مدینہ منورہ کی سرحد پر جانب مکہ واقع ذوالحلیفہ کی مسجد میقات میں حاضر ہوا، تب تک سلمان بھائی بھی اپنی گاڑی سے ہماری رہ نمائی کرنے کے لیے آ چکے تھے۔ دنیا بھر کے دور و نزدیک علاقوں میں جہاں تہاں رہنے والے پا پیادہ اور اپنی اپنی سواریوں کے ذریعے حاضر ہوئے معتمرین مدینہ منورہ میں اپنی قسمتیں چمکانے کے بعد یہیں سے احرام کی چادریں لپیٹتے ہیں اور اپنی خوش نصیبی پر مہر لگوانے کے لیے خانہ خدا بیت اللہ الحرام کعبہ معظمہ کے دیدار کے لیے رخت سفر باندھتے ہیں۔

عربی مزاج کے مطابق نہایت وسیع مسجد اور اس سے متصل خاصی تعداد میں حمام بنے ہوئے ہیں، جہاں معتمرین اپنی سہولت کے مطابق آلودہ کپڑے اتارتے اور کفن سی دو محترم سفید چادریں لپیٹتے ہیں۔

ہم نے یہیں ایک خوب رو نوجوان سے احرام کے پٹہ بیگ اور چادریں خریدیں، جس سے یہ سن کر لگاؤ بڑھ گیا کہ وہ برما کا رہنے والا ہے۔

احرام پہن کر مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور پھر اس سفر کے لیے روانہ ہو گئے، جس کے لیے مدت سے خواہشیں مچل مچل رہی تھیں۔

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی سرحد تک کا حوصلہ افزا سفر ایسے طے ہو رہا تھا جیسے کسی نشیبی علاقے کی طرف ڈھلان کا سفر ہو۔ سرپٹ دوڑتی گاڑی کے سر پر جب بھی کوئی مسافت بتانے والا بورڈ گزرتا، اشتیاق بڑھ جاتا۔ حافظ صاحب کا کہنا تھا مدینہ شریف جاتے ہوئے تو مدینے کی تعریف میں موجود ڈھیروں نعتیں سنی گئیں، اب مکہ مکرمہ کی ستائش کے لیے کون سا کلام سنا جائے گا؟ اس چیلنج کو کعبے کی رونق کعبے کا منظر اللہ اکبر اللہ اکبر اور حسرت پکارتی ہے کعبہ دکھا دے مولا جیسے کلاموں کی شکل میں قبول کیا گیا۔

اس راستے میں جو سب سے زیادہ حیران کن بات تھی، وہ کوہستانی تسلسل تھا۔ ایک کے بعد ایک چھوٹے بڑے پہاڑوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، جس میں بلا مبالغہ کئی سو پہاڑ آتے ہوں گے۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کوہستانی تسلسل بابت یہ علاقہ نہایت ممتاز ہے بالکل ویسے ہی جیسے کسی زرخیز زمین پر کاشت ہوتی ہے، انڈسٹریل ایریا میں انڈسٹریز ہوتی ہیں، معدنیاتی زمینوں میں قدرتی خزانے ہوتے ہیں اور ریگستانی علاقوں میں سپاٹ چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچنے پر ہمیں کچھ پہاڑ ایسے بھی نظر آئے جن پر گویا کوئلے کی چادریں تنی ہوئی تھیں، اتنی خوب صورت چادریں جیسے کسی نے چھوٹے چھوٹے چمک دار ٹکڑے سجا رکھے ہوں۔ انھیں دیکھ کر ہر کسی کو یہ گمان گزرے گا کہ یہ کوئلے کی کانیں ہیں لیکن سچ میں ایسا نہیں، وہ محض کالے چمکیلے پتھر ہیں۔

وہ علاقہ پار کرنے کے بعد، جہاں سے غیر مسلموں کے انٹری بند ہے، ایک چیک پوسٹ آیا جس پر کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہیں ہوا لیکن کچھ دور چلنے کے بعد فائنل چیک پوسٹ آیا، جس نے ہماری کار کو سائڈ لائن کر کے ایک طرف جانے کا اشارہ کیا، ہم سمجھ رہے تھے ہمیں کسی خاص قسم کی چیکنگ کے مرحلے سے گزرنا ہوگا لیکن دراصل جہاں ہم پہنچے تھے، وہاں چیکنگ نہیں، بیرونی گاڑیوں کے لیے مکہ کی آخری سرحد تھی۔ اپنی گاڑیوں سے عمرہ کرنے کے لیے آنے والوں کو یہیں گاڑیاں پارک کرنی ہوتی ہیں، یہاں سے آگے کا سفر بس کے ذریعے طے کروایا جاتا ہے۔

ہمارے ڈرائیور محمد حسین خاں یہاں کی پولیس سے کچھ زیادہ ہی مرعوب تھے جبکہ بہت حد تک مرعوبیت بنتی بھی ہے کیوں کہ یہاں کی پولیس اپنے پیشے کے تئیں نہایت ایمان دار ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کے سامنے نہ کٹ حجتی کی جا سکتی ہے اور نہ ہی رشوت کا گمان پالا جا سکتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ایک عام سے ٹھلے کی بھی تقریباً وہی حیثیت ہوا کرتی ہے جو ہمارے یہاں محترم ایس پی صاحب کی ہوتی ہے۔

پولیس کے ایک اشارے پر ڈرائیور صاحب بنا کوئی سوال کیے ہمیں ادھر لے گئے، جس سائڈ لائن کا اشارہ تھا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا پارکنگ نہیں گویا قطار در قطار دور تک گاڑیوں کی دنیا آباد ہے۔

ہمیں چیک پوسٹ کے مرحلوں میں ہی کہیں افطار کا وقت آ لیا تھا۔ پارکنگ میں پہنچ کر سب سے پہلے بر گر سے افطار کیا گیا اور یوں مکہ معظمہ کی پہلی افطاری دوڑتے بھاگتے ہوئی۔ وہیں پارکنگ ایریا کی مسجد میں نماز مغرب پڑھی اور پھر بنا کسی اضافی ساز و سامان کے بس کے ذریعے حرم شریف میں پہنچے۔

حرم شریف میں داخلے سے پہلے ہی اذان عشا ہو چکی تھی، نیچے کم گنجائش دیکھ کر ہم نے بالائی حصے پر بلا تاخیر طواف شروع کر دیا اور اسی دوران جماعت کھڑی ہو گئی تو نخواہی طواف روک کر واجب الاعادہ نماز پڑھی گئی اور ختم جماعت کے ساتھ ہی باقی پھیرے پورے کیے گئے۔

کچھ دیر بعد تراویح کی جماعت کھڑی ہو گئی لیکن چوں کہ اسی سال بنا کسی حیل و حجت کے محض شاہی فرمان کی وجہ سے اچانک بیس رکعت سے دس رکعت ہو چکی تراویح میں وہ بھیڑ نہ تھی جو جماعت میں تھی، اس لیے اگلے تین یا چار پھیروں کے لیے ہمیں کعبہ معظمہ کے بالکل قریب جگہ مل گئی، اتنی قریب کہ محض کوئی دو ہاتھ بھر زنجیر حصار کا فاصلہ تھا۔

میں نے طواف کے دوران اس بات کو عملاً محسوس کیا کہ دنیا کی مرکزیت و جہت کعبہ معظمہ سے وابستہ ہے۔ ظاہر ہے طواف کرنے والا طے شدہ جہات میں سے کسی ایک جہت کی طرف چل رہا ہوتا ہے لیکن اسے ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی ایک ہی جہت کی طرف چلتا چلا جا رہا ہے یعنی یہاں آ کر صرف کعبہ معظمہ ہی جہت بن جاتا ہے اور پہلے سے طے شدہ جہات مشرق و مغرب اور شمال و جنوب اپنا اثر کھو دیتی ہیں۔

طواف کے دوران ہم نے دیکھا کہ مقام ابراہیم کے پاس کھڑا مطوعہ وہاں اس بات کا اہتمام کر رہا تھا کہ کوئی اس کو بوسہ نہ دینے پائے جبکہ وہاں پر یہ نصیحت بھی لکھی ہوئی تھی کہ مقام ابراہیم کو بوسہ دینا شرک ہے۔ ہمیں اس عقل کی طرح اس جسم پر بھی ترس آ رہا تھا، جو بے چارہ بھیڑ کے دھکے کھانے کے لیے تیار تھا لیکن اس کا جذبہ توحید تمام طرح کی تکلیفیں برداشت کر کے بھی لوگوں کو شرک سے روک رہا تھا۔

طواف کے بعد سعی اور اس کے بعد حلق کرواتے تک رات کا پہلا تہائی حصہ ختم ہونے لگا تھا۔ ہمارے حافظ صاحب کو دمام سے ہی شورمے کا بڑا چسکا لگا ہوا تھا، بھوک بھی اس بات کے لیے بے چین تھی کہ اس کی شدت کم کی جائے، سو ایسا ہی کیا گیا۔

حلق سے فراغت کے بعد ابھی شورما تناول کیا جا رہا تھا کہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں ہمارے میزبان شہادت خان آ پہنچے۔ شہادت خان ایک مدت سے یہیں مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور اپنا آزادانہ کام کرتے ہیں۔ حرم سے محض ایک برج کے فاصلے پر بن لادن مسجد کے کمروں میں ان کی رہائش ہے۔ اس رہائش کی سب سے بڑی خوبی ہمیں یہ بھائی کہ حرم یہاں سے محض برج کے ایک حصے کی چڑھائی اور دوسرے کی ڈھلان پر واقع ہے، جب جی چاہا لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔

شہادت خان کے روم پر پہنچنے کے بعد ایک ہی کام کیا جا سکتا تھا اور وہ تھا بستر پر دراز ہونا۔

مکہ مکرمہ کے دوسرے دن ہم نے غار حرا کی زیارت کی، منیٰ اور عرفات کے خیمے دیکھے گئے، زمزم نوش کیا گیا، حرم شریف کی اسپیشل حاضریاں بجائی گئیں، مسجد عائشہ، شہر کی زیارت، دعائیں اور اپنوں سے ملاقاتیں۔ بیکانیر سے سید ممتاز صاحب اور یوٹیوبر رمضان بھائی وغیرہ کی ہماری شناسائی والی پوری ٹیم عمرہ کے لیے حاضر تھی لیکن قسمت کہ اس قربت کے باوجود زمین عرفات پر ہماری ملاقاتیں مقدر نہ تھیں، کئی بار وقت ملا کر بھی نہ مل سکے۔ (جاری)

ربط باہم

دوسری قسط

پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

اور ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

مبارک حسین مصباحی

بفضلہٖ تعالیٰ سہ ماہی مجلہ "ذوق" ضلع اٹک پاکستان نے "فضیلۃ الشیخ نمبر" ایک ہزار صفحات پر شائع کر کے تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے، اس کے مرتب پروفیسر سید نصرت بخاری ہیں اور معاون خصوصی راشد سیماب ہیں۔ پیش نظر مضمون ہم نے اسی نمبر کے لیے تحریر کیا تھا۔ ہم فضیلۃ الشیخ حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری اور مرتبین کی بارگاہوں میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ مضمون میں ہم نے کچھ اضافے بھی کیے ہیں۔ از: احقر مرتب غفرلہ

چھٹا مکتوب:

الخاتم انٹرنیشنل کا اجرا

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، فقیر کی سرپرستی میں ختم نبوت، ناموس رسالت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں انٹرنیشنل سطح پر ماہ نامہ مجلہ "الخاتم ﷺ" کا اجرا عمل میں لایا ہے۔ اس کے پہلے شمارے کی پی ڈی ایف فائل آپ کی نذر کی ہے۔ خط کی صورت میں اپنے تاثرات سے نوازیں تاکہ آئندہ شمارے میں زینت بنا سکیں۔ نیز مقالات ومضامین بھی ضرور بھیجیں۔ اپنی دعاؤں میں اس فقیر کو یاد رکھیں۔ والسلام مع الاکرام

دعاگو ودعاجو۔ احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برہان شریف، ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان

[ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، جون 2020ء، ص:52]

مختصر جواب: از احقر مبارک حسین مصباحی

بخدمت اقدس دامت برکاتہم القدسیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔۔۔۔مزاج وہاج!

فقیر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ نے آپ کا ارسال کردہ ماہ نامہ انٹرنیشنل الخاتم ﷺ کا دیدار کیا، آنکھیں پر نور اور دل مسرور ہوا۔ آپ حضرات فکر وفن کے تاج دار ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ آپ خاندان نبوت کے چشم و چراغ ہیں، ہم تو حضور خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ان کے اہل بیت پر بھی درود و سلام پیش کر کے اپنے جذبۂ شوق کو تسکین پہنچاتے ہیں۔ ہم نے چند صفحات میں ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں تاثرات بھیج دیے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ از: ناچیز مبارک حسین مصباحی غفرلہ

ہماری تصویر ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا: ماشاء اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ یہ کن کی تصویر ہے؟

ہم نے عرض کیا: آپ کا خادم احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ

پھر لکھ کر بھیجا: ماشاء اللہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ اور اپنی زبان میں ایک شعر تحریر فرمایا:

جنہاں انکھیاں نے دلبر ڈٹھا او ہ انکھیاں تک لیاں
تولیوں تے ساجن ملیا بن آساں لگ پیاں

بفضلہٖ تعالیٰ ہمارا تبصرہ تین قسطوں میں مجلہ الخاتم ﷺ میں شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

یہ تاثرات ذیل میں پیش ہیں:

مجلہ الخاتم ﷺ انٹرنیشنل (گوجرانوالہ، پاکستان)

کچھ اپنے تاثرات

قابل صد احترام، خاندان نبوت کے چشم وچراغ، شیخ طریقت حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم القدسیہ خلیفۂ مجاز، بریلی شریف، سرپرست اعلیٰ ماہ نامہ مجلہ الخاتم ﷺ انٹرنیشنل، مدیر اعلیٰ سہ ماہی الحقیقۃ، ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی، برہان شریف ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان۔

السلام علیکم وورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

امید کہ مزاج وہاج بخیر وعافیت ہوں گے۔ آپ حضرات نے ختم

نبوت فورم کے ترجمان اپنے ماہ نامہ مجلہ الخاتم ﷺ انٹرنیشنل کا آغاز خاتم النبیین ﷺ کی حدیث "انا خاتم النبیین لانبی بعدی" سے کیا ہے۔ اس کے بعد رقم فرمایا ہے: علمی، ادبی اور تحقیقی مجلہ ماہ نامہ الخاتم ﷺ انٹرنیشنل، بائیں جانب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معروف سلام کا موقع کی مناسبت سے یہ شعر درج ہے:

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

ٹائٹل پر دل کش رسم الخط میں **سرپرست اعلیٰ فضیلۃ الشیخ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری** کا اسم گرامی مسکرا رہا ہے اور ٹھیک اسی کے نیچے "**مدیر اعلیٰ علامہ مفتی سید مبشر رضا قادری**" کا اسم مبارک دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ دلوں کو یقین کامل بخشنے والی سرکار دوعالم نبی آخرالزماں ﷺ کی مہر رسالت ہے۔ عین اسی کے نیچے دیدہ زیب گلدستے میں مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا گنبد خضرا ہے، نیچے اور بائیں جانب اپنے عہد میں ختم نبوت تحریک چلانے والوں کے مقدس مزارات ہیں۔ پہلی نظر جب اس معنوی اور صوری حسین ٹائٹل پر پڑی تو ہم ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے اور مسرت وشادمانی سے جھوم اٹھے۔ اگر اس ٹائٹل کی خوبیوں اور باریک فنکاریوں کو پرکھا جائے تو مجھ جیسے اناڑی کو بھی کئی صفحات درکار ہوں گے، مگر مگر بروقت یہ تفصیل کوئی خاص نتیجہ خیز نہیں ہوگی۔ ہاں اس کے دیدار کے بعد یہ سمجھنے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں ہوئی کہ اس ماہ نامے کے سرپرست اعلیٰ اور مدیر اعلیٰ اپنا ایک علمی اور فنی مقام رکھتے ہیں اور انھوں نے اپنے رسالے کے موضوع کے ساتھ یقیناً انصاف کیا ہوگا۔ آپ دونوں حضرات، ٹائٹل ساز اور دیگر معاونین کی بارگاہوں میں ہماری جانب سے تبریکات قبول فرمائیں۔

اب ہم اس کے بعد والے صفحے پر پہنچے تو اس میں "بیاد" کے تحت چار نام ور بزرگوں کے اسمائے گرامی ہیں:

(1)-اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
(2)-پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ
(3)-امام انقلاب شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
(4)-مجاہد ملت مولانا عبد الستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ

ان چار بلند پایہ بزرگوں کی یاد میں اس رسالے کے جاری کرنے کا مقصد پورے طور پر واضح ہے، انھوں نے اپنے اپنے عہد زریں میں قابل قدر اور صد آفریں خدمات ختم نبوت کے حوالے سے انجام دی ہیں۔ ان میں سے صرف قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی دوبار زیارت اور شرف نیاز حاصل کرنے کی سعادت حاصل کر پائے۔ دونوں بار خاک ہند کی معروف درس گاہ دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی، بستی یوپی میں۔

پہلی بار 1992ء میں۔ اس وقت ان کے دو بار خطاب سننے اور شیریں انداز میں قراءت سماعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ پہلا خطاب ختم بخاری شریف کی مبارک محفل میں، اس میں آپ نے دیگر ارشادات کے ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے، بلا شبہہ آپ نے جامع صحیح کی جو تدوین فرمائی ہے، ہم اہل سنت میں قرآن عظیم کے بعد اس کا مقام ہے۔ آپ نے جس عشق و عقیدت کے ساتھ احادیث کی خدمت کی ہے اس کی برکت یہ ہے کہ آپ کی قبر انور سے خوشبو پھوٹتی ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے بھی بہت خوشبوئیں استعمال کی ہیں مگر ہم بھی شناخت نہ کر سکے کہ کون سی خوشبو ہے، یہ بلا شبہ مشک وعنبر سے بھی اعلیٰ خوشبو تھی، ان کے دربار میں حاضری میں روحانی اور عرفانی لطف ہی کچھ ایسا تھا کہ ہمارے پاس ترجمانی کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ ماشاء اللہ، سبحان اللہ!

حضرت آپ نے اپنی بے پایاں محبت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مجھ حقیر فقیر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ کا نام مجلس ادارت میں دینے کے لیے مشورہ طلب فرمایا تھا۔ ہم نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کی کہ شاید خاموشی کو آپ انکار تصور فرمائیں مگر بڑوں کی ایک شان کریمانہ ہوتی ہے، آپ نے میرے جیسے کم پڑھے لکھے کا نام شامل فرما کر مجھے پھر خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، در اصل بزرگوں کا ایک مزاج ہوتا ہے، جب وہ عطا فرماتے ہیں تو لینے والے کا دامن بھی وسیع فرما دیتے ہیں اور عطاو بخشش سے سرفراز بھی فرما دیتے ہیں۔ فجزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

آگے صفحہ 3 پر آپ نے قرآن عظیم کی آیت کریمہ نقل فرمائی ہے: "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" (الاحزاب:40) محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے۔

مزید آپ تحریر فرماتے ہیں:

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت میں خاتم النبیین

سے مراد مکی و مدنی آقا ﷺ ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد صحیح بخاری کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ، حدیث:3534، 3535 درج ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے بعد متعدّد کالموں میں علمی، تحقیقی اور فنی نثر و نظم کی فکر انگیز اور معلومات افزا فہرست ہے۔ کالم یہ ہیں: رونمائی، منظومات، رضویات، تحریکات، تفکرات، تعاقبات، تفہیمات، اختلافات، شناسائی، اظہار تشکر۔ آپ نے اور حضرت مدیر اعلیٰ دام ظلہ العالی نے جس کمال فن اور حسن ترتیب کے ساتھ مضامین اور قلم کاروں کا انتخاب فرمایا ہے، دل و دماغ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ نگارشات کے سمندروں میں حقائق و مفاہیم کی موجیں ہر رخ سے دلوں کو مسرور کر رہی ہیں، اور بعض مضامین کی تہوں میں دلائل کی فکر انگیزی ہاتھ پکڑ کر روکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اب سوچتا ہوں کس کا ذکر کروں اور کس کو نظر انداز کروں۔ یہ دراصل ہمارے ذوق مطالعہ سے، بہت بلند ہے، سچ ہی کہا ہے کسی بلند پایہ شاعر نے:

شکار ماہ کہ تسخیر آفتاب کروں
میں کس کو ترک کروں کس کا انتخاب کروں

آپ نے اداریہ "رونمائی" میں مسئلۂ خاتم النبیین ﷺ کی بنیاد پر قرآن اور احادیث کی روشنی میں جس مومنانہ فراست سے ہاتھ رکھ کر مسئلہ کو واضح فرمایا ہے، فکر و فن کی گہرائی اور گیرائی پر تو آپ کی انگلیوں کا بوسہ لینے کو جی چاہتا ہے۔ مسئلۂ ختم نبوت ایمان کا ناقابل ترک حصہ ہے۔ اس کا منکر دراصل قرآن عظیم اور سنت رسول ﷺ کا منکر ہے۔ ہمیں یاد آرہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے تو یہاں تک ارشاد فرمادیا ہے کہ کسی داعی نبوت سے دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔ دلیل طلب کرنے کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اس اعتقاد کے بنیادی مسئلۂ میں کسی قسم کا شک و ریب ہے اور مسئلۂ اعتقاد میں ذرہ برابر شک بھی ایمان کی پر شکوہ عمارت کو اسی وقت منہدم کر دیتا ہے۔ آپ نے اپنے نوک قلم سے واضح فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے خاتم النبیین ﷺ کے سر اقدس پر ختم نبوت کا تاج رکھا اور نبوت و رسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند فرمادیا ہے۔ آپ کی ذات اقدس پر نازل ہونے والی کتاب، آخری کتاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (المائدہ، 3)

یعنی اے محبوب آج میں نے تمھارے دین کی تکمیل تم پر فرما دی اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے اسلام کو دین پسند کیا۔

اب دین کا ہر مسئلہ قیامت تک قرآن اور احادیث کی روشنی میں حل کیا جاتا رہے گا۔ قیاس کا ثبوت بھی پیارے رسول ﷺ نے اپنے پیارے صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ملک یمن کی امارت کے لیے منتخب فرمایا اور رخصت کرتے ہوئے دریافت فرمایا: اے معاذ بن جبل، کس طرح فیصلہ کرو گے، تو انھوں نے قرآن عظیم اور سنت رسول ﷺ کا ذکر کیا۔ آقا نے مزید ارشاد فرمایا، اگر ان میں بھی نہ پاؤ گے تو کس طرح فیصلہ کرو گے، آپ نے جواب دیا کہ انھیں دونوں کی روشنی میں قیاس کروں گا، اس جواب پر آقا ﷺ نے مسکراتے ہوئے اس کی مکمل تائید فرمادی تھی اور آپ ﷺ نے فرحت و مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔

گفتگو کا رخ قدرے تبدیل ہو گیا۔ بلاشبہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا ہمارے ایمان کا بنیادی اعتقادی حصہ ہے۔ خلیفۂ اول امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے باضابطہ یمامہ کے مقام پر سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں صحابہ کرام کے بڑے قافلے کو منکرین ختم نبوت سے جنگ لڑنے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ یہ سچ ہے کہ بڑی تعداد میں باوقار صحابۂ کرام نے شہادتوں کے جام نوش فرمائے، مگر اس عہد کے منکرین نبوت کو بھی اسی وقت جہنم رسید فرمادیا تھا، ان کے بعد تابعین، تبع تابعین اور علمائے امت بھی منکرین ختم نبوت کے خلاف میدان میں کھڑے نظر آئے اور داعیان نبوت کو یکے بعد دیگرے قتل و غارت کے خوں چکاں مراحل سے گزارتے رہے۔

آپ نے اداریہ (رونمائی) مجاہدانہ تیور میں تحریر فرمایا ہے: 1900ء میں قادیان (گورداسپور) سے مرزا قادیانی آنجہانی مسیلمۂ پنجاب بن کر نمایاں طور پر سامنے آیا۔ اس نے نہ صرف ظلی اور بروزی نبوت کا ڈھونگ رچایا بلکہ اس نے تمام انبیاے کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار اور اولیاے کرام کی شان میں کتابیں لکھ لکھ کر ہرزہ سرائی کی۔ آہ افسوس! یہ خبیث کسی غازی کے ہتھے نہ چڑھ سکا۔ اس خبیث جہنم رسید کے بعد آپ نے محافظین ناموس رسالت مآب ﷺ کا ذکر خیر فرمایا ہے، اس کے بعد آپ نے اور ختم نبوت فورم کے روح رواں حضرت مولانا مفتی سید محمد مبشر رضا قادری زید مجدہ نے ماہ نامہ مجلہ الخاتم ﷺ کا قیام عمل میں لایا۔

سچائی یہ ہے کہ آپ پیکر اخلاص، قاطع قادیانیت، محافظ ناموس رسالت مآب ﷺ ایک بلند علمی اور تحقیقی شخصیت ہیں۔ ختم نبوت فورم چلانا کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے، اور پھر ایک مستقل رسالے کا اجرا، مسئلۂ ختم نبوت پر جان جوکھم میں ڈالنا ہے۔ کسی ایک موضوع پر مستقل ماہ نامہ جاری رکھنا کتنا مشکل کام ہے، ہم آپ کی بزرگانہ سرپرستی اور آپ کے جواں ہمت اور جواں سال مدیر اعلیٰ کی ہمتوں کو خوب خوب سلام پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل مزید عزم و حوصلہ عطا فرمائے۔

اس کے بعد آپ نے انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ 2016ء میں اس کے چند شمارے شائع ہوئے تھے، پھر یہ سلسلہ تعطل کا شکار ہو گیا، خیر اب اس کی باضابطہ دوسری اشاعت جولائی 2020ء/ ذی قعدہ 1441ھ سے شروع کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اشاعت ثانیہ کو استحکام عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ نے مجلس ادارت اور مجلس مشاورت کا ذکر خیر فرمایا ہے کہ ان میں پاک و ہند، امریکہ، عمان اور برطانیہ وغیر ممالک کے ذمہ دار قلم کاروں اور اہم شخصیات کے نام درج کیے گئے ہیں، تاکہ عالمی سطح پر زیادہ سے زیادہ اس کی شہرت و مقبولیت ہو اور اسرائیل، امریکہ اور مغربی ممالک کی سر پرستی میں قادیانیت اور کچھ دیگر مدعیان نبوت بال و پر نکال رہے ہیں، انٹرنیشنل سطح پر ان کا قلع قمع کیا جا سکے۔ اس کے بعد آٹھ مقالات و مضامین کا ذکر خیر کیا گیا ہے جو موجودہ شمارے میں شامل ہیں۔ قارئین کو جذباتی انداز میں بیدار کیا گیا ہے۔ ہم اس مختصر، جامع اور اپنے موضوع کو محیط اداریے پر دل کی گہرائیوں سے تبریکات پیش کرتے ہیں۔

اس کے بعد ایک صفحے میں منظومات ہیں، نعت شریف امام نعت گویاں، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عشق پرور قلم نے رقم کی ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا
اف رے منکر یہ بڑھا جو تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرنا مجھ ہیچ مداں کی دسترس سے بہت بلند ہے بس اتنا سمجھ لیجیے کہ آپ دبستان نعت کے امام ہیں، آپ کی نعتیں اردو، فارسی اور عربی میں ہیں، اور مقبول عام و خاص ہیں۔ سب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ کے کلام اور دبستانِ نعت میں کثیر علوم و فنون ہیں اور بہت سے تاریخی حقائق اور معاملات کی جانب اشاروں سے کام لیا گیا ہے۔

جناب ضیا رسول نے "ہجومِ لعنت بر قادیانی آنجہانی" لکھ کر اپنے فن کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

زینت تھی یہ اور یلاش کا بستر
حیض جاری تھا دست جاری ہے
ہر بیماری سی ہر بیماری ہے
مقعد کی راہ سے ابل پڑا ہے لہو
یلاش نے ایسی سے لات ماری ہے
ہر بیماری کی ہر بیماری ہے

بہر کیف ہجو گوئی بھی ایک فن ہے۔ جناب ضیا رسول نے بھی بڑی حد تک اپنے فن کا کامیاب مظاہرہ کیا ہے۔

ص: 5 پر آپ یعنی شیخ طریقت حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ کی انتہائی معلومات افزا تحریر پر تنویر ہے، عنوان ہے: "**ختم نبوت کے تحفظ میں امام احمد رضا کا نمایاں کردار**" ظاہر سی بات ہے کہ خانوادہ رضویہ بریلی شریف کے اساطین علم اور کاملان طریقت نے اپنے اپنے عہد میں ناموس رسالت مآب ﷺ کے لیے مسلسل کاوشیں فرمائی ہیں۔ مقام افسوس یہ ہے کہ قادیانیت کی رسول دشمنی سے قبل دیوبندی مکتب فکر کے مولویوں نے بھی بارگاہِ رسول ﷺ میں ختم نبوت کے موضوع پر خوب ہرزہ سرائی کی ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی (م: 1312ھ/1894ء) نے جب حدیث اثر ابن عباس کی بنا پر اپنے اس باطل عقیدے کا اعلان کیا کہ "رسول ﷺ کے علاوہ بھی ہر طبقۂ زمین میں ایک ایک خاتم النبیین موجود ہے"۔ اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے والد گرامی رئیس المتکلّمین حضرت علامہ نقی علی خاں (م:1297ھ/1880ء) نے سخت گرفت فرمائی اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو گمراہ اور خارج از اہل سنت قرار دیا۔ آپ کے فتوے کی تائید میں بریلی شریف، بدایوں شریف اور رام پور وغیرہ کے علما اور مفتیان کرام نے اپنے فتاوے جاری فرمائے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں تحریر فرمایا ہے:

"1317ھ/1899ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "جَزَاءُ اللهِ عَدُوَّهٗ بِاَبَاءِ خَتْمِ النُّبُوّة ١٣١٦ھ" لکھ کر ختم نبوت کے مطلب ایمانی ایک سو بیس اور منکرین ختم نبوت تیس نصوص کے تازیانے برسائے۔ اس پر عرب و عجم کے علمائے کرام نے تصدیقات بھی فرمائیں۔ 1320ھ/1902ء میں آپ نے "السوء العقاب علی مسیح الکذاب" لکھ کر دس وجوہ سے قادیانی آنجہانی کا کفر ظاہر و باہر کر کے فرمایا کہ یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔"

اس کے ضمن میں مدیر محترم اپنے خاص لب و لہجے میں ایک خوش خبری رقم فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس کتاب کی تسہیل وتخریج واضافہ کے ساتھ بنام کتاب "**قادیانی کذاب**" مؤلف مفتی مبشر رضا قادری چھپ چکی ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ اس خوش خبری کو پڑھ کر طبیعت فرط مسرت سے تڑپ اٹھی کہ بلاشبہ حضرت علامہ مفتی سید مبشر رضا قادری تحفظ ختم نبوت کے چھپے ہوئے بڑے رستم ہیں۔ کسی بھی موضوع پر مستقل کتاب لکھنا بھی ایک اہم کام ہے مگر مجدد و مفکر امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے عظیم محقق کی کتاب کی تسہیل، تخریج اور اس پر اضافہ کرنا یقیناً انتہائی اہم علمی اور تحقیقی کارنامہ ہے، جب تک کسی تحریک کے قائد میں یہ شوق فراواں نہ ہوتو کام پورے طور پر مکمل نہیں ہوتا۔

صاحب مضمون حضرت سید صابر حسین شاہ بخاری قادری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے موضوع پر دیگر اہم شواہد بھی جمع فرمائے ہیں۔ اسلوب اتنا پیارا اور دل کش ہے کہ کسی بھی پیراگراف کی ابتدائی چند سطر یں پڑھ کر ہی قاری قلم کار کے مدعا تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں اپنے عہد میں ناموس رسالت کے سب سے بڑے محافظ امیر کاروان نعت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار بھی نقل فرمائے ہیں:

آتے رہے انبیا کما قیل لھم
والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم
تمھیں سے فتح فرمائی تمھیں پر ختم فرمائی
رسل کی ابتدا تم ہو نبی کی انتہا تم ہو
تمھارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن
نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیا تم ہو

اس کے بعد "**تاریخ ختم نبوت اور ناموس رسالت ﷺ**" کے اہم نام سے قسط وار ایک انتہائی اہم کتاب شروع ہوتی ہے اس کے مؤلف ہیں مقصود احمد اصلاحی (سلطانی) ایم. اے. پنجاب یونیورسٹی تحصیل جنرل سکریٹری حضرت سلطان باہو ٹرسٹ، پاکستان۔

کتاب اپنے زبان وبیان کی شائستگی اور مواد واستدلال کی فراوانی سے لبریز ہے، اگرچہ ہمارے سامنے ابھی صرف قسط اول ہے مگر دیگ پکی ہے یا کچی چند دانے دیکھنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے، یہ الگ بات ہے کہ اس گراں قدر کتاب پر کچھ لکھنے کی ہمیں حضرت مؤلف دام ظلہ العالی نے اجازت مرحمت نہیں فرمائی ہے، مگر ایک قاری اور ماہنامے کے ذمہ داران نے حکم دیا ہے، اس لیے چند سطر میں لکھنے کا تو جواز مل ہی جاتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانی شخصیت سے ہم عرصۂ دراز سے آشنا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض وبرکات سے ہمیں مسلسل فیض یاب فرمائے۔ آمین۔

ہم نے قسط اول کا مطالعہ کر کے اندازہ کیا کہ قلم کار زبان وادب کے ساتھ روحانی بالیدگی سے بھی بڑی حد تک سرشار ہیں، تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کے دردمند اور سچے محافظ ہیں۔ آپ عصری قوانین سے روحانی تحفظات پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ ان کی نظر عام مسائل پر ہے، ناموس رسالت پر دنیا میں کہاں کہاں حملے ہو رہے ہیں اور حملہ آور کون کون شاطر ہیں، مسئلہ صرف ایک بدباطن غلام احمد قادیانی کا نہیں بلکہ ان کی نظر بے ہودہ دشمن قرآن سلمان رشدی جہنم رسید پر بھی ہے اور 1935ء میں (Story Of Muhammad) کے عنوان سے گستاخانہ انداز سے ایک انگریز ملعون مصنفہ نے کتاب لکھی۔ مارٹن کر دنے (Muhammad) کے عنوان سے ایک دل آزار کتاب لکھی۔ مول شنکر ایک ہندو نے کتاب "ستیارتھ پرکاش" 1874ء میں لکھی تھی اور امہات المومنین پر گستاخانہ قلم اٹھایا۔ اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے دلوں پر ناپاک حملے کیے۔ (Life of Muhammad) کے عنوان سے انگریز مصنف سر ولیم میور گستاخ رسول نے بدترین کتاب لکھی۔ جب جھوٹے نبیوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کرنا شروع کیے وغیرہ وغیرہ اور ان جیسی دیگر کتابیں لکھنے کا بنیادی پس منظر ہے۔ یقیناً جب عشاقان مصطفیٰ ﷺ ان امور اور معاملات کو دیکھتے اور سنتے ہیں تو ان کے فکر و قلم میں حرکت پیدا ہوتی ہے، پاکستان اور دیگر ممالک میں اہل دل آگے بڑھتے ہیں اور شاتمان رسول ﷺ اور گستاخانِ اسلام کو قتل وغارت گری کی بدترین منزلوں سے گزار دیتے ہیں۔ مصنف اپنی کتاب کی پہلی قسط کے آخر میں ایک نوٹ لگاتے ہیں:

"**نوٹ**: صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید تمام غلطیوں سے پاک ہے، اگر اس کتاب میں نادانستہ کوئی غلطی ہوئی ہو تو مہربانی فرما کر مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں غلطی شائع نہ ہو سکے۔

حضور میری تو ساری بہار آپ سے ہے
میں بے قرار تھا میرا قرار آپ سے ہے"

****------------(جاری)

افکارِ رضا کی عصری معنویت

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

اکتوبر 2022 کا عنوان	نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
نومبر 2022 کا عنوان	شہریارِ ارم تاجدارِ حرم-توضیح و تشریح

حاملینِ فکرِ رضا کی خدمت میں گزارشات

از: مبارک حسین مصباحی

مفکر و مجدد امام احمد رضا قدس سرہ العزیز (م: 1340ھ/ 1921ء) اپنے عہد میں برصغیر کے سب سے بڑے دینی پیشوا اور ملی رہ نما تھے، انھوں نے اسلام اور عقیدہ اہل سنت کے تحفظ اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ امتِ مسلمہ کا اتحاد اور اس کی فلاح و نجات ان کی فکر کا خاص محور تھا۔ وہ عشقِ رسول ﷺ کے نقطہ اتحاد پر عالمِ اسلام کو ہم قدم اور ہم فکر کرنا چاہتے تھے۔ وہ بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کے زبردست داعی تھے۔ وہ امتِ مسلمہ کی کامیابی کا راز دینِ مصطفیٰ، علمِ مصطفیٰ اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں مضمر سمجھتے تھے۔ اسی فکر کے داعی شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال بھی تھے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

عہدِ حاضر میں فکرِ رضا کی معنویت:

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز بلاشبہ عظیم مجدد، عظیم فقیہ اور عظیم دانش ور تھے۔ وہ امتِ مسلمہ کے داخلی اور خارجی مسائل و مشکلات پر حساس نظر رکھتے تھے۔ مسلمانوں کی حالتِ زار پر آنسو بھی بہاتے تھے اور ان کی فلاح و نجات کے لیے تدبیریں بھی پیش کرتے تھے۔ ان کی فکر و نظر کا محور یہی تھا کہ اسلامی تہذیب دنیا کی ہر تہذیب پر غالب ہو اور مسلم قوم دنیا کی ہر قوم سے بلند تر ہو۔ دین و مذہب، سیاست و صحافت، معیشت و معاشرت، تعلیم و تجارت، وہ ہر میدان میں مسلمانوں کو سرخرو اور کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے انھوں نے مسلسل جدوجہد کی۔ امتِ مسلمہ کو بار بار جھنجھوڑا، علما اور قائدین کو بیدار کیا اور انھیں ان کی منصبی ذمہ داریوں سے باخبر کیا۔ ان کی کوتاہیوں پر زجر و توبیخ فرمائی، تعمیری منصوبے بنائے، خطوطِ عمل طے کیے، باہمی اتحاد کے لیے قرآن واحادیث سے دلائل دیے۔ نفرت و بے زاری کا ماحول ختم کرنے کے لیے شرعی احکام سپردِ قلم کیے۔

امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر اب ایک صدی مکمل ہونے کو ہے، مگر اس دور اندیش مفکر کے افکار کی معنویت آج بھی اسی طرح باقی ہے، جس طرح ان کے عہد میں تھی، بلکہ بعض نظریات کی معنویت تو آج عہدِ رضا سے بھی سوا نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا کے افکار و نظریات گرد و پیش کے حالات کا نتیجہ نہیں تھے کہ عشرے دو عشرے میں اپنی معنویت کھو دیتے بلکہ ان کے افکار و نظریات قرآن و حدیث سے ماخوذ تھے، جن پر حوادثِ روزگار کی گرد کی پرتیں بے اثر

ہوتی ہیں۔ قرآن و سنت کے حقیقی جلوے جب عمل کے میدان میں درخشاں ہوتے ہیں تو حوادثِ روزگار خود اپنا رخ بدل لیتے ہیں۔

آیئے! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے افکار کی روشنی میں اپنے کردار و عمل کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

علمائے کرام کا منفی عمومی رویہ:

اس وقت اہلِ سنت و جماعت کے درمیان سخت انتشار ہے، علمائے کرام اتحاد کی فضا ہموار کر سکتے تھے، لیکن بد قسمتی سے ان کا ایک طبقہ خود اختلافات کو ہوا دے رہا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف زبان و قلم کا بے جا استعمال کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ آج اہلِ سنت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی سخت ترین ضرورت ہے۔ عالمی سطح پر اسلام کے خلاف منظم اور مسلسل سازشیں ہو رہی ہیں۔ اہل سنت کے خلاف پیہم شر انگیزی کا ایک سلسلہ شروع ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے عہد میں امت مسلمہ کی جو حالت تھی، آج بھی اس سے بہتر نظر نہیں آتی جس کا انہیں شدید احساس تھا۔ آپ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی بہت ضرورت ہے، مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔

(1) علما کا اتفاق (2) تحمل شاق قدر بالطاق۔

(3) امرا کا انفاق لوجہ الخلاق۔

یہاں یہ سب مفقود ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:132)

علمائے کرام کے عدم اتفاق کی بنیادی وجہ امام احمد رضا حسد قرار دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آج بھی علما کے اختلاف و انتشار کی بنیادی وجہ حسد ہی ہے... فلاں شخص عوام و خواص میں مقبول ہے، ہم کیوں نہیں... فلاں تحریک و ادارہ عوام و خواص کا مرکز توجہ ہے، ہمارا کیوں نہیں... ظاہر سی بات ہے ان چیزوں کا برسرِ عام اظہار تو کیا نہیں جائے گا لیکن جب سینے کی آگ سے دل کے پھپھولے جلتے ہیں تو نفرتوں کی لپٹیں اٹھتی ہی ہیں اور پھر شروع ہو جاتا ہے ایک دوسرے کی شخصیتوں، تحریکوں اور اداروں پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنے کا بدترین سلسلہ۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ علما کے انتشار کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اتفاق علما کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے۔ اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ ”ہیں“ لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے؟ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ جو اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی؟ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للاکثر حکم الکل

(فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:133)

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے اس خصوصی تبصرے میں ہم اپنے عہد کے علما کا اختلافی چہرہ بخوبی پہچان سکتے ہیں۔

فتویٰ لگانے میں احتیاط کی ضرورت:

اس مقام پر ایک خاص بات یہ ہے کہ جب علمائے کرام سے کہا جاتا ہے کہ آپ لوگ فلاں تحریک و ادارے یا فلاں شخص کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ تو بلا دلیل کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ تو خارج از اسلام ہے۔ فلاں تحریک تو بد عقیدہ تحریک ہے، یا فلاں شخص تو صلح کلی کا حامی ہے۔ ہم بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ جو ضروریاتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے۔ اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے مگر اس کی وضاحت تو کر دی جائے کہ فلاں شخص نے ضروریاتِ دین میں سے فلاں چیز کا انکار کیا ہے اور اگر واقعی ایسا ہے تو علمائے کرام کو بہ اتفاق رائے فیصلہ صادر کرنا چاہیے تاکہ جماعتی انتشار ختم ہو اور معاملہ یک طرفہ ہو اور اگر معاملہ ایسا نہیں ہے تو کسی صحیح العقیدہ عالم کو یا کسی دینی تحریک اور ادارے کو صلح کلی، بد عقیدہ یا خارج از اسلام کہنے میں سخت احتیاط کرنی چاہیے۔ سنی سنائی باتوں پر بلا تحقیق کسی کو مجرم مان کر اس پر سخت حکم شرعی نافذ کر دینا تو ویسے بھی خلاف شریعت عمل ہے اور فتویٰ نویسی کے تقاضوں کے منافی بھی ہے اور ذمہ دار علما کو یہ غیر محتاط، غیر ذمہ دارانہ اور طفلانہ طرز عمل زیب نہیں دیتا۔ ہم اس حوالے سے بھی امام احمد رضا قدس سرہٗ کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ امام اہلِ سنت فرماتے ہیں:

”فرضِ قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو، جس کی رُو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں تو خیال میں نہ لائیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:317)

اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں:

”حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

کفوا من اهل لا اله الا الله لا تكفروهم بذنب

فمن اکفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب.

”لاالہ الااللہ کہنے والوں سے زبان روکو، انھیں کسی گناہ پر کافر نہ کہو، لاالہ الااللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے“(المعجم الکبیر، ج:12، ص:272)

امام احمد رضا قدس سرہٗ اس کے بعد ایک دوسری حدیث نقل فرماتے ہیں:

”تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں، لاالہ الااللہ کہنے والے سے (کفر منسوب کرنے سے) باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں“

(فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:318)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز مزید فرماتے ہیں:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں، جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو، وہ کفر کرے یا نہ کرے، یہ چاہنے والا بھی کافر ہو گیا کہ اس نے مسلمان کو کافر ہونا چاہا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:403)

مجدد ملت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ان عبارتوں کی روشنی میں اب ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔ اس مقام پر ہم ایک بار پھر یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے جن کلمہ گو لوگوں کی تکفیر کی ہے، اس کی وجہ ان کا ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار ہے۔ اس لیے حسام الحرمین کی حقانیت وصداقت اپنی جگہ مسلم ہے۔

آج بہت سے علما امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے اس مشرب کے برعکس تحریر وتقریر کے جوہر دکھاتے پھر رہے ہیں حالانکہ وہ صبح وشام مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو حق و سچ ثابت کرتے نہیں تھکتے۔ آئے دن ان کی طرف سے کفریہ فتاویٰ جاری ہوتے ہیں۔ فریق ثانی کی دعوتِ دین اور اس کی مقبولیت عامہ سے خائف ہو کر حاسدانہ مخالفت کے ہاتھوں فتووں کی بوچھاڑ کے ساتھ ساتھ کردار کشی کی بھی منظم مہم چلائی جا رہی ہے۔ یہ انتہائی شنیع حرکت ہے۔ ہمیں اس قسم کی حرکتوں سے بہر صورت باز رہنا چاہیے۔

فروغِ فکرِ رضا کی مطلوبہ جہات:

شاید ہم عہدِ حاضر کے ایک انتہائی حساس مسئلہ کو لے کر دیر تک الجھے رہے، گفتگو ہو رہی تھی، اہل سنت وجماعت کے اتحاد اور ان کی اجتماعی قوت میں انتشار کے اسباب اور وجوہات کی، یہ ایک سچائی ہے کہ پوری دنیا میں اہل سنت کا کوئی مضبوط پلیٹ فارم نہیں۔ دین و دانش اور دعوت وتبلیغ کے مختلف شعبوں میں باصلاحیت افراد کی بھی ضرورت ہے اور کثیر سرمائے کی بھی۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے بھی اپنے عہد میں اسی کا رونا رویا تھا اور عوام و خواص کو ان کی ذمہ داریوں کو بار بار یاد دلایا تھا، امام احمد رضا اپنے سائل سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”جو آپ چاہتے ہیں اسی قوت متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امرا کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔ حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ ”وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا۔“ کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں، کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں، مدرسین، واعظین، مناظرین، مصنفین کی کثرت بقدرِ حاجت آپ کے پاس نہیں۔ جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں وہ فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔“(فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:133)

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ہمیں اہلِ سنت کے فروغ کے لیے جن چیزوں کی کمی کا احساس دلایا تھا، مکمل ایک صدی بیتنے کے باوجود بھی ان کی فکر کا علَم تھامنے کے دعویدار عملی طور پر اس جانب کما حقہ قدم نہ اُٹھا سکے۔

میڈیا کی ضرورت واہمیت جتنی آج ہے اتنی اعلیٰ حضرت کے عہد میں ہرگز نہیں تھی، مگر واہ رے مردِ دور اندیش۔ امام اہل سنت نے ایک صدی قبل میڈیا کی ضرورت واہمیت اور مضبوط تعلیمی اداروں کی ضرورت کو محسوس کیا تھا۔ آج ایک صدی گزرنے کے بعد بھی اہلِ سنت کا کوئی قابلِ ذکر ملکی اور عالمی سطح کا اخبار نہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے ان عقیدت مند حضرات کو چاہیے تھا کہ وہ ان کی ان اعلیٰ خواہشات کے پیش نظر دینی تعلیمی ادارے بناتے... میڈیا کے اس دور میں مضبوط لوگوں کو تربیت دیتے... اخبارات اور رسائل پر توجہ دیتے اور اس کمی کو پورا کرتے، جن کی طرف امام اہل سنت نے توجہ مبذول کروائی تھی... مگر ان تمام فرائض کی بجا آوری کی بجائے جو کام مستعدی اور دلجمعی سے ہو رہا ہے وہ ایک دوسرے کی مخالفت اور مخاصمت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے کے مقابل بیداری ضرور آئی ہے۔ چند رسائل بڑی پابندی سے اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ایسے ادارے

اور شخصیات ہی ہمارے نادان دوستوں کے فتوؤں کی زد میں رہتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے عقائد حقہ کے فروغ اور اصلاحِ احوال کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

امام اہل سنت نے اپنے عہد میں ایک عظیم دارالعلوم اور مختلف میدانوں کے مردانِ کار کی کمی کا بھی شدت سے احساس کیا تھا۔ تصنیف و تالیف، تدریس و تحقیق، خطابت و مناظرہ، سیاست وصحافت اور دعوت وتبلیغ کے میدانوں میں ملکی اور عالمی سطح پر اس حوالے سے کچھ علما و مشائخ نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں مگر کاموں کے پھیلاؤ اور حالات کے دباؤ کا تقاضا ہے کہ مزید معیاری ادارے قائم کئے جائیں۔

اجتماعی قوت کا استحکام کیونکر ممکن ہے؟

امام اہل سنت نے اہل سنت کی اجتماعی قوت کے استحکام اور فروغ اہل سنت کے لیے جو دس نکاتی فارمولہ سپردِ قلم فرمایا تھا۔ اس کی جتنی اہمیت عہدِ رضا میں تھی آج اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس فارمولہ میں آپ کا مرکزی خیال عقائد اہل سنت کے کما حقہ فروغ کے لیے جامعات کے قیام، درس و تدریس، تحقیق، تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ اور اخبار و جرائد کے اجرا پر مبنی ہے۔ (تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ، ج2، ص133 ملاحظہ فرمائیں)

امام احمد رضا قدس سرہ کی یہ دس تدبیریں اہلِ سنت کی فلاح و بہبود اور احیاء کے لئے رہنما خطوط ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے 15 جمادی الاخریٰ 1330ھ میں کیے گئے ایک سوال کے جواب میں یہ دس نکاتی فارمولا سپردِ قلم فرمایا تھا۔ اب 1434ھ ہے اس مکمل ایک صدی میں ہم نے ان تدابیرِ رضا پر کتنا عمل کیا، ہمیں انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

ہم یہاں تفصیل و تجزیہ سے گریز کرتے ہوئے اتنا ضرور عرض کریں گے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس دس نکاتی فارمولے میں پیری مریدی کے مروجہ رجحان سے متعلق کوئی تدبیر نہیں رکھی کہ پیران طریقت تیار کر کے ملک کے گوشے گوشے میں بھیجے جائیں۔ لیکن آج علما کرام اور مشائخِ عظام کی اولین ترجیح پیری مریدی بن گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اہلِ سنت میں 99 فی صد اختلافات حلقہ مریداں کے حوالے سے ہیں۔ میرے اس تبصرے پر کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز پیری مریدی کے مخالف تھے، یا ہم معاذ اللہ احسان و تصوف سے گریزاں ہیں۔ مسئلہ دراصل ان پیرانِ عصر کا ہے جو احسان و تصوف کے حقیقی تقاضوں سے بہت دور دولت و عشرت کے گلیاروں میں ہا و ہو کی ضربیں لگا رہے ہیں... جن کا مطمع نظر ارشاد و تبلیغ سے زیادہ حصول زر، آرام طلبی اور شہرت و ناموری ہے... انہیں اپنی ذات، اپنی گدی اور خانقاہ سے ہٹ کر کسی دینی میدان میں جان مارنے، غور و فکر کرنے اور جگر کوشی کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کسی معمولی فکر و دانش کی حامل شخصیت کا نام نہیں تھا لیکن افسوس ہم نے اپنی معمولی فکر و دانش کی روشنی میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کو پڑھا اور اسی نہج پر قوم کے سامنے ان کا تعارف کرایا بلکہ عام طور پر ہمارے اسٹیجوں پر امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے حوالے سے جو خطابات ہوتے ہیں ان کا عام طور پر لازمی تاثر یہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی پوری زندگی صرف ردِ بد مذہباں سے عبارت تھی، انھوں نے اس کے علاوہ کچھ کیا ہی نہیں اور پھر یہی تاثر مخالفین بھی عوام و خواص میں پہنچاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اہل علم و دانش کے درمیان امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی فکر و شخصیت کا وہ تعارف نہیں ہو سکا جس کے وہ متقاضی تھے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز بلاشبہ عظیم مجدد و مفکر تھے۔ ان کی حساس نظر جماعتی مسائل پر بھی تھی اور مسلمانوں کے عالمی منظر نامے پر بھی... وہ ملی فلاح و بہبود کے بھی زبردست داعی تھے... ایک سچے قائد و پیشوا کی نظر صرف مسجد و مدرسے تک محدود نہیں ہوتی۔ اس کی نظر میں مسلمانوں کا ملی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی منظر اور پس منظر بھی ہوتا ہے۔ ایک عظیم مجدد اور مخلص مفکر کی منصبی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کے ہر گوشہ حیات پر نظر رکھے اور ان کے لیے بہتر سے بہتر خطوط فکر و عمل طے کرے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ایک عبقری مفکر و مجدد تھے۔ امتِ مسلمہ کے سچے ہم درد اور مخلص رہ نما تھے۔ عصرِ حاضر کا تقاضا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی فکر کے ان مذکورہ عملی پہلوؤں کو بھی سامنے رکھا جائے، اسی سے ہم اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کے لیے رہنمائی لے سکتے ہیں اور یہی امام احمد رضا سے سچی محبت اور ان کی بارگاہ میں سچا خراجِ عقیدت ہے۔

(مطبوعہ ماہ نامہ منہاج القرآن لاہور، مئی 2012ء)❋

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ (1340ھ/1921ء) اللہ رب العالمین کی عظیم نشانی اور حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ تھے۔ ان کی زندگی کے کارناموں پر نظر ڈالیے تو ان کی ہر بات محیر العقول (عقلوں کو حیران کرنے والی) نظر آتی ہے، عہد طفولیت (بچپن) دیکھیے تو وہ عجیب وغریب، جوانی کا تو کہنا ہی کیا، پھر آگے بڑھیے تو کہولت اور بڑھاپے کی ایک ایک ادا عشق وعرفان، فکر وفن اور کشف وکرامات سے بھری دکھائی دیتی۔ وہ فقر وغنا کے بھی پیکر تھے اور عشقِ رسالت کے تو گنج گراں مایہ تھے۔ ہندوپاک کی تاریخ میں بلکہ ان کے عصر میں ان جیسا کوئی نظر نہیں آیا اور نہ آج تک آپ جیسا کوئی محقق، فقیہ اور علم وحکمت کا پیکر پیدا ہوا۔ اللہ رب العالمین نے آپ کو بنایا، سنوارا اور فضل وکمال کا کوہِ گراں کر دیا۔ فقیہ ومفتی ایسے کہ آپ کے مجموعہ فتاویٰ، فتاوائے رضویہ کا آج تک کوئی جواب ہی نہیں، بیرون ملک سے بھی آپ کے پاس سوالات آتے، جن کے آپ محققانہ اور مدلل جوابات رقم فرماتے۔

ایک انسان کے لیے عقائد و ایمانیات کا تحفظ سب سے بڑا مسئلہ ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے سب سے زیادہ توجہ مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ پر دی، گمراہوں، بد عقیدوں کی تردید وتبکیت میں بھرپور حصہ لیا، آپ کے عصر میں کوئی گمراہ اور باطل فرقہ ایسا نہ تھا جس پر آپ نے ضرب کاری نہ لگائی ہو۔ آپ کا کلمہ احقاقِ حق اور ابطال باطل میں جب چلتا تو بے خوف لومت لائم چلتا، آپ اپنی زندگی کا نقشہ خود اس طرح کھینچتے ہیں:

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا ہوش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کی نہ گنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

(حدائق بخشش)

یعنی مجھے کسی کی تعریف وتوصیف کا لالچ ہے نہ کسی کے طعن وتشنیع کی پرواہ نہ مذمت کی فکر بلکہ میرا حال تو یہ ہے کہ ایک گوشۂ گم نامی میں پڑا ہوں جس میں صرف میری گنجائش ہے اور چند کتابوں کی اور دوات وقلم کی۔

سادگی اور قرطاس وقلم میں مشغولیت، دنیا سے بے فکری کی ایسی مثال بہت کم ملے گی، پھر عنایت خداوندی نے سونے پر سہاگا کا کام کیا اور علم لدنی سے سرفراز ہوئے، ورنہ 14 سال کی عمر سے فتوی نویسی کا آغاز کچھ کم حیرت کی بات نہیں۔ کل عمر 58 سال اور اس میں بھی تصانیف کا انبار —فتاویٰ ایسے کہ ضخیم بارہ جلدوں پر مشتمل تھے، عربی عبارات کے ترجمے اور تخریج سے جب انہیں گزارا گیا تو تیس جلدیں بن گئیں، اگر ان کی شرح کی جائے تو پھر کتنی جلدیں بنیں گی اسے بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے—آپ کی خدمات کا جب جائزہ لیا جاتا ہے، اس کی مدت صرف چوالیس سال بنتی ہے، اتنی قلیل مدت میں علوم ومعارف کا جو ذخیرہ اعلیٰ حضرت نے امت مسلمہ کے حوالے کیا ہے، سوچیے تو سوچتے رہ جائیے، اسے: ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے لکھا اور بہت لکھا تقریبًا تمام علوم وفنون پر آپ کی تصانیف، آپ کے علمی مقام و وقار کو واضح کر رہی ہیں، لیکن انسانی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اصلاح عقائد پر آپ نے سب سے زیادہ توجہ دی اور کیوں نہیں دیتے کہ مجدد وقت تھے اور مجدد کا کام ہی ہوتا ہے زمانے کے فساد کو دور کرنا فساد عملی ہو یا اعتقادی، ہر ایک کی اصلاح ضروری ہوتی ہے، اور دیکھا جائے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو علمی سرمایہ چھوڑا ہے وہ کل بھی مسلمانان عالم کے لیے مفید و کارآمد تھا اور آج عصر حاضر میں بھی اس کی افادیت و اہمیت مسلم ہے کیوں کہ آپ نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہ کل ضروری تھے اور آج بھی ان کی ضرورت ہے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت کے افکار اور خدمات کو کسی عصر سے خاص نہیں کیا جاسکتا ہے، بلکہ آپ جیسے آپ کی ذات ہمہ جہت تھی ویسے ہی آپ کی خدمات جملہ عصر و زمانے کو محیط ہیں۔ توحید و رسالت اور ر ختم نبوت آپ کا خاص موضوع تھا اس کے بعد فقہیات میں فقہائے متقدمین و متاخرین کے اقوال کی روشنی میں ایسے جزئیات وکلیات منضبط فرمادیے ہیں کہ ان کی روشنی میں آئندہ بھی اہل سنت کے فقہا و محدثین آنے والے نئے نئے مسائل حل کرتے رہیں گے۔

سر دست میں اصلاحِ عقائد پر اعلیٰ حضرت اور متبعینِ اعلیٰ حضرت کے چند اہم رسائل کی اشاعت پر اہل ثروت اور اہلِ عقیدت حضرات کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک بڑا کارنامہ ”حسام

مہتمم دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو

الحرمین"لکھ کر کیا، یہ اصل میں ایک فتویٰ ہے جو گستاخانِ رسول کے کفریات کواجاگر کرنے والا ہے اس پر علماے حرمین شریفین کی تصدیقات ہیں، پھر اس کو آگے بڑھانے کے لیے شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مولانا حشمت علی خان لکھنوی ثم پیلی بھیتی علیہ الرحمہ نے "الصوارم الہندیہ" لکھی جس میں علماے کرام ہندوسندھ سے تصدیقات حاصل کر کے شائع فرمایا۔

اصلاح عقائد کی یہ دو بڑی کوششیں ہمارے اکابر کی طرف سے منظر عام پر آئیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہابیت اور بد عقیدگی کا سیلاب پھر بھی بڑھتا ہی جا رہا ہے جس پر بند باندھنے کے لیے کچھ سنجیدہ اور بڑے پیمانے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہمارے علما فتوی تکفیر کو تو خوب مشتہر کرتے ہیں، بلکہ اب اس کا بھی سلسلہ بہت ماند پڑتا جا رہا ہے۔ اب ساری توجہ لچھے دار اور نکتہ آفرینی والی تقاریر پر دی جا رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہماری تقاریر حوالوں سے جکڑی ہوئی ہوں اور اپنے عقائد قرآن و حدیث کے دلائل سے بھر پور کر کے بیان کیے جائیں، اور لٹریچر کی دنیا میں بھی عام فہم کتابیں منظر عام پر لائی جائیں، جو کتابیں ہمارے اکابر نے لکھیں ہیں ان میں بھی مختصر اور عام فہم کتابوں کا انتخاب کر کے انھیں گھر گھر پہنچایا جائے۔ سو سالہ عرس اعلیٰ حضرت کی بڑی دھوم تھی، اس بھیڑ میں میں نے ایک مختصر کتاب شائع کی جس کا نام ہے "امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات"۔ دو ہزار کی تعداد میں یہ کتاب شائع ہوئی، اپنی بساط بھر میں نے جو ہو سکا کیا ــــ اخبارات خصوصاً مسلم ٹائمز ویکلی، رضا اکیڈمی ممبئی میں ایک اپیل بھی شائع کی، وہ یہ تھی کہ مندرجہ ذیل کتب و رسائل کو اردو ہندی انگریزی اور دوسری علاقائی زبانیں گجراتی، بنگالی وغیرہ میں شائع کر کے تقسیم کیا جائے۔ وہ کتابیں یہ ہیں۔

(1)- تمہیدِ ایمانی بآیاتِ قرآنی (جو حسام الحرمین کا مقدمہ ہے)۔

(2)- الحق المبین: (سنی اور وہابی عقائد کا فرق) از غزالیِ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہوی علیہ الرحمہ۔

(3)- المصباح الجدید، از: استاذ العلما جلالۃ العلم حضرت علامہ حافظ عبد العزیز محدث مراد آبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور معروف بہ حافظ ملت علیہ الرحمہ جو حق و باطل کا فرق اور عقائد علماے دیوبند کے عرفی ناموں سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ یہ تینوں کتابیں ایمان و عقائد کی اصلاح اور تحفظ کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کہیں گے کہ یہ کتابیں شائع ہو رہے ہیں، تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں ہزار دو ہزار کے ایڈیشن شائع ہو کر فروخت ہوتے ہیں اور سالوں میں ختم ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ کتابیں کم از کم ایک لاکھ کی تعداد میں عمدہ طریقے سے شائع کی جائیں اور مسلمانوں میں تقسیم کی جائیں جواب تک حق و باطل کا فرق واضح طور پر نہیں جانتے، جس کی وجہ سے بد عقیدگی کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ کتابیں گھر گھر پہنچیں گی تو کچھ لوگ جانیں گے کہ آخر اختلاف کا یہ ہنگامہ کیوں برپا ہے۔ آج اکثر لوگوں نے سنی وہابی اختلافات کو بس دو مولویوں کا جھگڑا ہی سمجھتے ہیں، نہ وہ حقیقت سمجھتے ہیں اور نہ انہیں سمجھانے کی ہم قرار واقعی کوشش کرتے ہیں، کروڑوں کی تعداد میں مسلمان ہیں اور ہم لاکھوں کی تعداد میں، اصلاح عقائد پر کوئی سنجیدہ اور عام فہم کتاب یا رسالہ ان تک پہنچانے کی کوشش نہیں کرتے، عرس، چادر اور لنگر کے نام پر ہم جو کچھ کر رہے ہیں کرتے رہیں لیکن اعلیٰ حضرت کے اصل مشن کو عام کرنے غفلت نہ برتیں۔

چار سال قبل ہم نے یہاں یہ اپیل تو شائع کر دی لیکن کسی غریب یا امیر عقیدت مند نے اس پر کان دھرا، کچھ کیا یا نہیں کیا، اس کا اب تک تو مجھے کچھ علم نہیں۔ میری یہ تحریک جاری ہے اور جاری رہے گی کیوں کہ میں ہمیشہ سے بنیادی کاموں کو ترجیح دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ لاکھوں کروڑوں روپے ہم مستحب اعمال اور عقیدت کی نذر کر دیتے ہیں اور بنیادی اصلاحی کاموں کو بھول جاتے ہیں، ہماری یہ روش دوسروں کو فائدہ پہنچا رہی ہے، اس لیے بیداری کی ضرورت ہے۔

فکر رضا کی عصری معنویت کے تعلق سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دس نکاتی پروگرام پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے، کیوں کہ سو سال سے قبل دیا ہوا اعلیٰ حضرت کا یہ پیغام آج بھی اپنے اندر بڑی معنویت اور اہمیت رکھتا ہے۔ اس دس نکاتی پروگرام کی کاغذی اشاعت پر تو توجہ دی جا رہی ہے کاش اس کی عصری معنویت اور آج کے پیش نظر عملی جامہ پہنانے کی طرف بھی توجہ دی جائے تو اس کی افادیت عالم ظہور میں آتی نظر آئے۔

ایک نظر پروگرام پر ڈال لی جائے تو اچھا ہے تا کہ بات تازہ ہوتی رہے اور عمل کی دعوت بھی ملتی رہے:

(1)- عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں:

ہم اپنی سو سالہ تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو اس سلسلے میں بھی بڑی مایوسی ہوتی ہے، کاش عہد اعلیٰ حضرت میں ہی اس پر بھر پور عمل ہو گیا ہوتا تو آج اپنی زبوں حالی کا شکوہ نہیں رہتا۔ یہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی کرامت تھی ہے کہ آج سے پچاس سال پہلے آپ نے اس طرف توجہ کی اور بے سرو سامانی کے عالم میں اخلاص عمل کی راہ پر چل پڑے اور الجامعۃ الاشرفیہ جیسا عظیم الشان ادارہ عالم وجود میں آ گیا، جس کو دیکھتے دیکھتے بہت سے دوسرے ادارے بھی قائم ہو گئے ان میں بعض اچھے خاصے بڑے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالك. لیکن ہماری جماعت جتنی بڑی ہے اور افراد اہل سنت کی جتنی تعداد ہے اس کے لحاظ سے ابھی مزید بہت سے بڑے مدارس قائم ہوں اور باضابطہ تعلیمیں ہوں تو ایک حد تک

ضرورت پوری ہو سکتی ہے—ان دس میں دو بہت قابل توجہ ہیں کہ:

▪ حمایت مذہب (اہل سنت) و رد بد مذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانہ دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

▪ تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔

یہ دو نکات بھی بڑی توجہ کے طالب ہیں، انہیں کے پیش نظر ناچیز نے چند اہم کتابوں کی اشاعت اور تقسیم کی اپیل شائع کی یہ مضمون اسی مضمون اپیل کی تجدید ہے کہ، ع: شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کو مسلمانوں سے کتنا پیار ہے، وہ کیسی خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں، اصلاح کی انھیں کیسی فکر ہے، ذرا ایک اقتباس ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے کیسا تڑپتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے: الٓمّٓ ۝۱ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝۲

ترجمہ: کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعاے مسلمانی (مسلمان ہونے کے محض زبانی دعوی کرنے) پر تمھارا چھٹکارانہ ہوگا—ہاں ہاں! سنتے ہو، آزمائے جاؤ گے، آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے—ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے—کہ جو اس کے حقیقی واقع ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں؟

ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضروری ہیں۔

(1)- محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم۔

(2)- اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہاں پر تقدیم (مقدم رکھنا)۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صحیح طریقہ ہے—کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو—جیسے تمھارے باپ، تمھارے استاذ، تمھارے پیر، تمھاری اولاد، تمھارے بھائی، تمھارے احباب، تمھارے بڑے، تمھارے اصحاب، تمھارے مولوی، تمھارے حافظ، تمھارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد (کوئی ہوں) جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، اصلاً (بالکل) تمھارے قلب (دل) میں ان کی عظمت، ان کی محبت، کا نام ونشان نہ رہے—فوراً ان سے الگ ہو جاؤ اور ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی اور فضیلت کو خاطر میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص انھی کی شان میں گستاخ ہوا، پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ (تعلق)۔

اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جیسے نہیں پہنتے، عمامے نہیں باندھتے؟—اس کے نام وہ علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟—کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے؟—اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی، اس نے حضور سے گستاخی اور تم نے اس سے دوستی نباہی—یا اسے ہر برے سے بدتر برانہ جانا—یا اسے برا کہنے پر برا مانا—یا اسی قدر کہ تم نے اس امر (معاملے) معاملے میں بے پرواہی منائی یا تمھارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تمھیں انصاف کر لو—کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے—قرآن و حدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا، اس سے کتنی دور نکل گئے؟—

مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو (برا کہنے والے) کی وقعت کر سکے گا؟—اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر (باپ) ہی کیوں نہ ہو—کیا جسے محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا؟—اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر (لڑکا) ہی کیوں نہ ہو—للہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیوں کر تمھیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے؟ (تمہید ایمانی بآیاتِ قرآنی، ص: 34 تا 36 از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ، مطبوعہ برکات رضا، گجرات)

یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی وہ وصیت و نصیحت ہے جو ہر عہد اور ہر عصر کے لیے یکساں مفید و کارآمد ہے، ہمیشہ کام آنے والی ہے، ان کو تازہ کرنے والی ہے، ایمان کی پختگی میں جان پیدا کرنے والی ہے، یہ ہے مجدد کی شان، یہ ہے مصلحِ امت کا اصلاحی کام، افسوس ہم میں آج کتنے لوگ محض پیسہ کمانے میں لگے ہوئے ہیں، دین و ایمان کے تحفظ کی فکر چھوڑے بیٹھے ہیں، آج کتنے سنی ہیں اپنی آل اولاد کو پوری چھوٹ دیے ہوئے ہیں کہ وہ جو چاہیں کمائیں، جہاں چاہیں جائیں، جس کے ساتھ چاہیں اٹھیں بیٹھیں۔ قرآن فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، یعنی جہنم سے۔

یہی قرآن کا حکم ہے اور یہی پیغام اعلیٰ حضرت بھی ہے۔ ***

فکرِ رضا کی عصری معنویت

مفتی محمد ساجد رضا مصباحی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ [1272ھ-1340ھ] اپنے عہد کے فقید المثال فقیہ و محدث اور عظیم دانش ور تھے، وہ امت مسلمہ کے داخلی و خارجی مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے، امت کی فلاح و بہبودی کے لیے مضطرب اور مسلمانوں کی حالت زار پر فکر مند رہا کرتے تھے، ان کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے کوششیں بھی فرمایا کرتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو دین و مذہب، تعلیم و تجارت، صنعت و حرفت، سیاست و صحافت ہر میدان میں غالب اور سرخرو دیکھنا چاہتے تھے، اسلامی اقدار و روایات کا فروغ ان کا مطمح نظر تھا، مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت ان کی اولین ترجیحات میں شامل تھی۔ ان پاکیزہ مقاصد کے حصول کے لیے وہ مسلسل کوشاں تھے، وہ اپنی تصانیف کے ذریعہ قوم کو جھنجھوڑا کرتے تھے، انھیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ان کی زجر و توبیخ فرمایا کرتے، ان کی سرخروئی کے لیے رہنما خطوط تیار کرتے، انھیں ذلت و رسوائی سے بچانے کے لیے اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتے، انھیں غیروں کی کاسہ لیسی سے بچانے کے لیے ہر میدان میں آگے بڑھنے پر ابھارتے، امام احمد رضا کی تصانیف اور آپ کے تحریروں میں آپ کی اعلیٰ فکر و بصیرت کے جلوے پورے آب و تاب کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے وصال کو سو سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے، لیکن آپ کے افکار کی معنویت آج بھی اسی طرح باقی ہے، بلکہ اس کی افادیت میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے، آئے دن فکر رضا کے نئے نئے گوشے منظر عام پر آ رہے ہیں، نئی نئی جہتیں دریافت ہو رہی ہیں، امام اہل سنت کے یہ افکار قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی وسعت و ہمہ گیریت پر مکمل ایک صدی گزرنے کے باجود کوئی فرق نھیں آیا، ذیل کی سطروں امام اہل سنت کے چند افکار عالیہ اور ان کی عصری معنویت پر گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

میڈیا کی ضرورت و اہمیت: امام اہل سنت کے وصال کو سو سال سے زائد عرصہ گزر گیا ہے، ظاہر ہے آپ کے زمانے میں میڈیا کا دائرہ کار اس قدر وسیع نہیں تھا، اس کے اثرات بھی آج کی طرح ہمہ گیر نہیں تھے، لیکن امام اہل سنت کی مستقبل شناش نگاہیں میڈیا کے بڑھتے اثرات بے خبر نہیں تھیں، آپ نے ایک صدی قبل ہی اس کی آفاقیت کو نہ صرف محسوس کر لیا تھا بلکہ آپ نے اس حوالے سے قوم کو آگاہ کرنے کی کوشش بھی فرمائی تھی، آپ نے تحریر فرمایا:

”آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔“[فتاوی رضویہ قدیم، ج 12، ص: 133، مطبع سنی دارالاشاعت مبارک پور]

یہ اس زمانے کے میڈیا کی شکل تھی، آج جب کہ نئے نئے ذرائع ابلاغ وجود میں آ چکے ہیں، میڈیا کے متعدد شعبے قائم ہو چکے ہیں، ایسے میں امام اہل سنت کے اس ارشاد کو اسی پس منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ایک صدی کے طویل عرصے میں امام اہل سنت کے نام پر اپنی روٹیاں سینکنے والی ہزاروں تنظیمیں تو وجود میں آ گئیں، سیکڑوں اکیڈمیاں تو قائم ہو گئیں، خانقاہوں نے عشرت کدے تو تعمیر کر لیے، فروعی اختلافی مسائل پر درجنوں کتابیں تو منظر عام پر آ گئیں، اس مرد حق آگاہ کے نام پر ہزاروں جلسے بھی منعقد کر لیے لیکن امام اہل سنت کی اس ہدایت عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکا۔ آج مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا اخبار نہیں جس کا دائرۂ اثر کم از کم پورا ہندوستان ہو، آج ہمارے پاس کوئی ایسا میڈیا سینٹر نہیں جہاں سے مسلمانوں پر لگائے جانے والے بے جا الزامات کا دفاع کیا جائے۔ آج جب کہ ملک کے حالات ابتر ہو چکے ہیں، میڈیا میں مسلمانوں کے خلاف زہر فشانی کرنے والوں کی تربیت یافتہ ٹیم مسلسل نفرت انگیزی میں مصروف ہے، میڈیا کے سہارے برادران وطن کے دلوں میں مسلمانوں کے تئیں عداوت و دشمنی کے شعلے بھڑکا دیے گئے ہیں، مسلمانوں کو اپنی دفاع کا بھی موقع نہیں ملتا، ایسے میں امام اہل سنت کے اس ارشاد کی اہمیت مزید دوبالا ہو جاتی ہے، اے کاش اب بھی اسلامیان ہند کی قیادت کا دم بھرنے والے ”قائدین“ اس نکتے کو عملی جامہ پہنانے مخلصانہ کوشش کریں۔

اختلاف و انتشار سے پرہیز اور اتحاد کی راہیں ہموار کرنے کی ضرورت: آج مسلمان عالمی سطح پر بھی انتشار و افتراق کے شکار ہیں اور ملکی سطح پر بھی، ان کی کوئی اجتماعی قوت و طاقت نہیں ہے، ان کا کوئی مضبوط پلیٹ فارم نہیں ہے، ان کی کوئی متفقہ قیادت بھی نھیں ہے، ویسے تو ہندوستان کے ہر گلی کوچے میں ”قائدین اہل سنت“ بلکہ اس سے بھی آگے

بڑھ کر ”قائدین اسلام“ آپ کو مل جائیں گے، کبھی فرصت ملے تو جلسوں اور کانفرنسوں کے اسٹیج پر تشریف لے جائیے ، وہاں تو تھوک ریٹ میں مختلف بلاد وامصار کے ”فاتحین“ بھی دستیاب ہو جائیں گے، لیکن ملت کے حقیقی بہی خواہ، قوم کے سچے ہم درد اور دین کے مخلص خدام کا ملنا بڑا مشکل ہے۔ علما کے آپسی اختلاف وانتشار، حسد وچپقلش اور بغض وعناد نے ملت کا جو نقصان کیا ہے اور پوری قوم کو تباہی و بربادی جس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، جن علما کے کاندھوں پر قوم کی قیادت کی ذمے داری رکھی گئی ہے وہ اپنی علمی وفکری توانائیاں ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں صرف کر رہے ہیں، جنھیں اتحاد واتفاق کی راہیں ہموار کرنی تھیں وہ خود ہی اختلافات کو ہوا دینے میں مصروف ہیں۔ امام اہل سنت نے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کی بحالی پر بہت زور دیا ہے اور اس حوالے سے بڑی فکر انگیز باتیں تحریر فرمائی ہیں، آپ لکھتے ہیں:

” خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی بہت ضرورت ہے، مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔[1]علما کا اتفاق[2] تحمل شاق قدر بالطاق۔[3]امرا کا اتفاق لوجہ الخلاق۔ یہاں یہ سب مفقود ہیں۔“[فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:132]

امام اہل سنت کا یہ ارشاد اپنے اندر کس قدر گیرائی و گہرائی رکھتا ہے، اور آج کے حالات میں اس ارشاد کی معنویت کس قدر فزوں تر ہو جاتی ہے اس کا اندازہ ہر ذی ہوش شخص لگا سکتا ہے، آج علما کے ایک طبقے نے انھی اختلافات کو روزی روٹی کا ذریعہ بنا لیا ہے، ان کے تحمل و برداشت کا یہ عالم ہے کہ مزاج کے خلاف ایک دو جملے بھی نظر آ جائیں تو جواب اور جواب الجواب کا ایک طویل سلسلہ چلنے لگتا ہے، صفحات کے صفحات سیاہ کر دیے جاتے ہیں۔ ہمارے امرا اور اصحاب ثروت کو قومی وملی فلاح و بہبود سے کوئی مطلب نہیں، ان کے عشرت کدے آباد ہوں تو کسی اور کا غم کیوں کریں۔

ذرا فکر وبصیرت سے لبریز امام اہل سنت کے اس ارشاد کو پڑھیں اور اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لے کر فکر رضا کی عصری معنویت کا اندازہ لگائیں، آنکھیں خیرہ رہ جائیں گی۔

”اتفاق علما کا یہ حال کہ حسد کا بازار گرم، ایک کا نام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بہتیرے سچے اس کے مخالف ہو گئے۔ اس کی توہین تشنیع میں گمراہوں کے ہم زبان بنے کہ ”ہیں“ لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے؟ اب فرمائیں کہ وہ قوم کہ جو اپنے میں کسی ذی فضل کو نہ دیکھ سکے، اپنے ناقصوں کو کامل، قاصروں کو ذی فضل بنانے کی کیا کوشش کرے گی؟ حاشا یہ کلیہ نہیں مگر للاکثر حکم الکل“[فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:133]

عصر حاضر کے شمشیر بکف علماے کرام کو فکر رضا کے اس گوشے کا مطالعہ بھی عبرت کی نگاہوں سے کرنا چاہیے:

”جہاں اختلاف فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما، فرق اہل سنت میں وہاں ہرگز ایک دوسرے کو بُرا کہنا جائز نہیں، اور فحش دشنام جس سے ذہن آلودہ ہو کسی کو بھی نہ چاہیے۔“[الملفوظ اول، ص:72]

نسل نو کو علم سے آراستہ کرنے کی ضرورت:

علم ترقی کا پہلا زینہ ہے، خواہ علم دین ہو یا علم دنیا، کامیابی وسرخ روئی اس کے بغیر ناممکن ہے، یہ بات دوسری قوموں کو تو سمجھ میں آ گئی، لیکن مسلمان اس سے غافل رہے، خاص طور سے ہندوستان میں اس سلسلے میں جو کوتاہیاں ہوئیں ان کے خطرناک نتائج دھیرے دھیرے ظاہر ہو رہے ہیں۔ امام اہل سنت نے اپنے عہد میں ہندوستانی مسلمانوں کو بار بار حصول علم کے لیے جھنجھوڑا تھا، ان کو عظیم تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش فرمائی تھی، قوم کے اصحاب ثروت کو بھی اس کام کے لیے دست تعاون دراز کرنے کی تاکید کی تھی، آپ نے فرمایا تھا:

”عظیم الشان مدارس کھولے جائیں اور باقاعدہ تعلیمیں ہوں“

مسلمانوں نے اس جانب توجہ نہیں دی، وہ حالات کی نازکی سے بے خبر رہے، لہٰذا اس میدان میں وہ برسوں پیچھے چلے گئے ، ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی و بے توجہی کا حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ”النور“ نامی رسالے میں زبردست تجزیہ فرمایا ہے، آپ کے یہ چشم کشا الفاظ عبرت کی نگاہوں سے پڑھنے کے لائق ہے:

”اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی 125 ہے، تین مسلمانوں کے اور 122/ ہندوؤں کے، ان میں سے اگر سرکاری کالجوں کو جن کی تعداد کل 34/ ہے ، الگ کر لیے جائیں ، جب بھی 88/ کالج خاص ہندوؤں کے رہ جاتے ہیں، ان میں 22/ کالج ایسے ہیں جن میں گورمنٹ کی امداد قطعا شامل نہیں ہے، 66/ کالج ایسے ہیں جن میں گورمنٹ کی امداد جاری ہے، تین اور 88/ کی نسبت ذرا غور کیجیے، پھر تعلیم کے ملیامیٹ کر دینے کا فیصلہ کیجیے، سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس ہزار چار سو سینتیس ہے جس میں سے مسلم طلبہ چار ہزار آٹھ سو چھتر ہیں، ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ ہے، کہا جاتا ہے کہ ہندو چوبیس کڑور اور مسلمات سات کڑور ہیں، اس تناسب سے جب کہ مسلمانوں کے تین کالج [علی گڑھ، لاہور، پشاور] تھے، ہندوؤں کے بارہ ہوتے، مسلمان طلبہ کی تعداد کالجوں میں چار ہزار تھی تو ہندو سولہ ہزار ہوتے۔“[النور، ص:196]

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تجزیہ 1920 اور اس سے ماقبل کے مسلمانوں کے تعلیمی حالات کو اجاگر کرتا ہے، اور اس حوالے سے مسلمانوں کی بے حسی کو بھی ظاہر کرتا ہے اور اس بات کو بھی

واضح کرتا ہے کہ امام اہل سنت نے کیوں بڑے مدارس کے قیام پر اس قدر زور دیا تھا، دیار ہند میں مسلمانوں کا تعلیمی تناسب آج بھی اس سے کچھ بہتر نہیں، بلکہ تعلیمی اداروں کے قیام کی ضرورت ماضی سے زیادہ موجودہ زمانے میں ہے، اب تو اسلامی شناخت کے ساتھ بڑے تعلیمی اداروں میں ہمارے نوجوانوں کے لیے تعلیم حاصل کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے، اسلامی شہزادیوں کے لیے تو یہ راہ مزید دشوار گزار ہے، چند مہینے قبل کرناٹک میں باحجاب لڑکیوں کو کالجز اور یونی ورسٹیز میں جن مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ سب پر عیاں ہے، سیکڑوں بچیوں کو اپنی عصمت کے تحفظ کے لیے تعلیم کا سلسلہ موقوف کرنا پڑا۔ ہمیں اس حوالے سے سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے اور عظیم دینی وعصری تعلیمی اداروں کے قیام کی راہیں ہموار کرنی چاہیے اور پہلے سے قائم بڑے اداروں کو مستحکم کرنا چاہیے، یہی امام اہل سنت کی فکر ہے اور اسے عملی جامہ پہنانا ان کے ماننے والوں کی ذمے داری۔

معاشی استحکام کی ضرورت: اسلامیان ہند جہاں سیکڑوں مسائل سے جوجھ رہے وہیں ان کا ایک بڑا مسئلہ معاش ہے، مسلم نوجوان ملازمت کے پیچھے اپنی عمریں ضائع کرتے ہیں، تجارت سے کتراتے ہیں، ہمارے جو لوگ تجارت کے میدان میں ہیں وہ اپنی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے ناکام ہیں، وہ نہ تجارت کے اصولوں سے واقف ہیں اور نہ ہی اخلاقی اعتبار سے کسی کو متاثر کر سکتے ہیں، ہمارے اکثر جوان چھوٹی موٹی تجارت کو عیب سمجھتے ہیں۔ یہ حالات امام اہل سنت کے عہد میں بھی تھے اور آج بھی ہیں، بلکہ آج کمر توڑ مہنگائی کے سبب معاشی بد حالی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ امام اہل سنت مسلمانوں کی تجارت سے بیزاری پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مسلمان خود کو باشاہوں کی اولاد اور خاندانی سمجھنے کی وجہ سے حرفت اور تجارت کو عیب سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہی لوگ ذلت کی نوکریاں کرنے، نوکریوں کے لیے در در کی ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو باعث فخر و عزت سمجھتے ہیں، اگر کچھ اپنے بھائی تجارت بھی کریں تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں، اگرچہ ایک پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے، ادھر مسلمان دکان داروں کی یہ حالت ہے کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے تو مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں، پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا بلکہ خراب، یہ سب تجارت کے اصول کے خلاف ہے۔ [فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:178]

امام اہل سنت کا یہ حقائق پر مبنی تبصرہ ہر دور میں امت مسلمہ کے مشعل راہ ہے، آج جب کہ ملازمتوں کی شدید قلت ہے، معاشی تنگی میں حد درجہ اضافہ ہے، ایسے میں تجارت معاشی استحکام کا سب سے موثر اور آسان ذریعہ ہے۔

مذہبی تشخص کی حفاظت کی ضرورت: مسلمانوں کے لیے ہندوستان کا یہ نازک ترین دور ہے، ان پر چو طرفہ حملے ہو رہے ہیں، ایک طرف ان کے وجود و بقا کا حساس ترین مسئلہ کئی سالوں سے عفریت کی شکل میں ان کا پیچھا کر رہا ہے، دوسری طرف ان کی تہذیب وثقافت کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے، مسلمانوں سے وابستہ ہر یادگار کو نیست و نابود کرنے کا منصوبہ تیار ہے اور اس پر عمل درآمد بھی ہو رہا ہے، ایسے حالات میں مسلمانوں کے لیے اپنے مذہبی تشخص کی حفاظت ایک مشکل ترین مسئلہ بن گیا ہے۔ امام اہل سنت مسلمانوں کے مذہبی تشخص کے زوال پر فکر مند رہا کرتے تھے، آپ نے اپنی تحریروں میں اس حوالے متعدّد مقامات پر رہنمائی فرمائی ہے، ایمان و عقیدے کی پختگی کے ساتھ مذہبی تشخص کی حفاظت پر بھی زور دیا ہے، مقامع الحدید میں آپ کا یہ اقتباس بصیرت کی نگاہوں سے پڑھنے کے لائق ہے:

”آپ سب کے لیے سب سے اہم یہ کہ دین پر مضبوطی سے عمل کریں، اگلوں کو دین پر عمل کے صدقے ہی جہاں بانی و جہاں گیری کی دولت ملی تھی، دین پر عمل کی گرفت جب ڈھیلی پڑنے لگی ہے مسلمان دن بہ دن برباد ہو رہے ہیں، موجودہ حالات کی سنگینی اور مستقبل کے خطرات کے پیش نظر اپنے اور اپنے بچوں کے لیے دینی تعلیم لازم کر لیں اور بہر صورت اپنے عقائد و معمولات اور مذہبی تشخصات کی حفاظت میں ہمیشہ مستعد رہیں۔“ [مقامع الحدید، ص:62]

موضوع بڑا وسیع ہے اور کالم کے صفحات محدود، اس لیے اپنی گفتگو استاذ گرامی حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی دام ظلہ کے اس جامع تبصرے پر ختم کرتا ہوں کہ:

”امام احمد رضا قدس سرہ العزیز بلا شبہ عظیم مجدد و مفکر تھے۔ ان کی حساس نظر جماعتی مسائل پر بھی تھی اور مسلمانوں کے عالمی منظر نامے پر بھی۔۔۔ ایک سچے قائد و پیشوا کی نظر صرف مسجد و مدرسے تک محدود نہیں ہوتی۔ اس کی نظر میں مسلمانوں کا ملی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی منظر اور پس منظر بھی ہوتا ہے۔ ایک عظیم مجدد اور مخلص مفکر کی منصبی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کے ہر گوشہ حیات پر نظر رکھے اور ان کے لیے بہتر سے بہتر خطوط فکر و عمل طے کرے۔ عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی فکر کے ان مذکورہ عملی پہلوؤں کو بھی سامنے رکھا جائے، اسی سے ہم اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں کے لیے رہنمائی لے سکتے ہیں اور یہی امام احمد رضا سے سچی محبت اور ان کی بارگاہ میں سچا خراجِ عقیدت ہے۔“ [ماہ نامہ منہاج القرآن، مئی 2012ء] ❋❋❋

نقد و نظر

سراج العربیہ۔ مختصر جائزہ

از: مبارک حسین مصباحی

کسی بھی زبان میں لکھنے پڑھنے اور بولنے کے لیے اس زبان کے مفردات کا ذہن میں ہونا ضروری ہوتا ہے، دنیا میں کثیر زبانیں استعمال ہوتی ہیں، عربی، انگریزی، ڈچ، فارسی، ہندی، سنسکرت اور اردو وغیرہ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض زبانیں عالمی سطح پر بولی اور سمجھی جاتی ہیں، ان میں بھی علاقائی اثرات اور لب و لہجے کا فرق ہوتا ہے، یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس کا یہاں موقع نہیں، یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ انگریزی زبان کو سمجھنے والوں کی کثرت ہے مگر عربی زبان کی اپنی ایک مستقل حیثیت اور دینی انفرادیت ہے مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن عظیم عربی زبان میں ہے، اس کے محبوب خاتم النبیین ﷺ کا بشری ظہور مکۃ المکرمہ میں ہوا جو عالم اسلام کا مرکزی شہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قدیم ترین گھر کعبہ مکہ شریف میں ہے، پوری دنیا کے مسلمان اسی کی جانب رخ کر کے سب سے اہم فریضہ نماز ادا کرتے ہیں، پیارے نبی ﷺ کی مادری زبان عربی ہے رسول کریم علیہ السلام کے جسم اقدس سے مدینہ منورہ کی مٹی کا جو حصہ مس ہے بارگاہ الٰہی میں اس کا مقام نہ صرف دنیا سے بلکہ عرش اعظم سے بھی ہزاروں گنا بلند اور ارفع ہے۔ عاشقِ رسول کریم ﷺ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے شعر میں کتنی پیاری بات کہہ دی۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

کتاب کی پیشانی پر یہ حدیث پاک رقم کی گئی ہے:

اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِیٌّ وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ. (رواہ الطبرانی فی الکبیر، ص:11/148، رقم الحدیث:11441، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: تم عربوں کے ساتھ تین وجہوں سے محبت کرو، اس لیے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان عربی ہے۔

نمازوں میں تلاوت عربی زبان میں لازم ہے، احادیث نبویہ عربی زبان میں ہیں، مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ عالم عرب میں ہیں، اہلِ قبر اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

تبریکات کے گلدستے نذر ہیں محب مکرم حضرت مولانا شیخ غلام طٰہٰ برکاتی مصباحی دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں جنھوں نے بڑے سلیقے سے "سراج العربیہ" مرتب فرمائی۔ موصوف جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے کامیاب فاضل ہیں، اردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی اور علاقائی زبانوں میں قابل ذکر دستگاہ رکھتے ہیں۔ ہائی اسکول چاند پور، نرگاں، جنوبی پریہار، ضلع سیتامڑھی بہار میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تصنیف و تالیف اور دعوت و تبلیغ میں مسلسل لگے رہتے ہیں، مختلف زبانوں میں تالیفاتی کام کر رہے ہیں۔

پیش نظر کتاب "سراج العربیہ" میں دراصل عربی اور اردو میں مفرد الفاظ کو جمع کیا ہے، سچی بات یہ ہے کہ یہ کتاب عربی زبان میں لکھنے اور بولنے کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ موصوف "عرضِ مؤلف" میں لکھتے ہیں:

"کسی بھی زبان میں روانگی کے ساتھ اچھی گفتگو اور بات چیت کرنے کی صلاحیت اور لیاقت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب متکلّم کو اس زبان کے مفرد الفاظ پر دسترس حاصل ہو۔"

موصوف نے بڑی اچھی بات رقم کی ہے، واضح رہے کہ اس میں مفرد الفاظ کے معانی کے ساتھ کچھ دیگر مفید باتیں بھی شامل کی گئی ہیں تاکہ طلبا کو اکتاہٹ نہ ہو۔ اب ہم ذیل میں چند چیزیں اصل کتاب سے نقل کرتے ہیں۔

وضو اور وضو خانے سے متعلق چیزیں:

غُرْفَةُ الْوَضُوْءِ: وضو خانہ۔ فُرْشَاةُ الْحَمَّامِ: برش۔ حَمَّامٌ: غسل خانہ۔ مَعْجُوْنُ الْأَسْنَانِ: ٹوتھ پیسٹ۔ مِشْطٌ: کنگی۔ فُرْشَاةُ الْاَسْنَانِ: دانت برش۔ مِقَصٌّ: قینچی۔ مِقَصُّ الْأَظْفَارِ: ناخن تراش۔

مفرد الفاظ میں خاص اہتمام یہ کیا گیا ہے کہ الفاظ کو موضوعات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر: الجھات: سمتیں،

حکومتیں اور شعبے اور انگریزی مہینوں کے نام وغیرہ۔ دیگر مشمولات میں "دعا، اقوال زریں" اور "ایجادات کی کہانی" وغیرہ ہیں۔ مثال کے طور پر "کاغذ ایجاد کرنے والے سائنس داں کا نام یوسف بن عمر تھا جس نے 703ء میں کاغذ تیار کیا۔ (اسلام اور جدید سائنس، ص:168)

چند الفاظ کے تراجم حسب ذیل کیے گئے ہیں حالاں کہ اردو علاقوں میں ان کا استعمال دوسرے لفظوں سے کیا جاتا ہے:

طَلَاءُ اَظَافِرِ: الناَ مستعمل ناخن پالش۔

دَبُّوْسُ شَعْرٍ: بال چانپ مستعمل بالوں کا کلپ۔

یہ اردو زبان پر علاقائی تاثر معلوم ہوتا ہے، اگر قارئین طلبہ بآسانی سمجھتے ہیں تو کوئی مضائقہ بھی نہیں مگر شاید اردو حلقوں کے طلبہ کو دشواری ہوگی۔ بہر کیف 80/صفحات پر مشتمل یہ درسی کتاب مفید اور معلومات افزا ہے۔ ہمیں مرتب دام ظلہ العالی سے بھرپور امید ہے کہ وہ اپنا قلمی سفر جاری رکھیں گے۔ لکھنا بجائے خود اہم کام ہے اور اس کی اشاعت میں مزید دشواری ہوتی ہے اور شائع بھی ہو جائے تو عوامی سطح پر اس کا نکالنا اور قارئین میں مقبول ہونا کارے دارد۔ مگر مرتب دام ظلہ العالی اچھے خطیب اور معاملہ فہم ہیں۔ آپ اپنی حکمتِ عملی سے ہر مشکل آسان فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فکر و فن اور زبان و قلم کو مزید سرفرازیوں سے مالا مال فرمائے۔

ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ مرتب کی یہ محنت مقبول ہو اور طالبانِ علومِ نبویہ اور دیگر طلبہ میں اس کی طرف توجہ بڑھے اور مرتب کو مزید ترتیب و تالیف کی توفیق خیر ارزانی فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔ *****

مناقب خواجہ محمود دریائی سہروردی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عرصہ ہوا یہ کتاب ہمارے پاس برائے تاثر آئی تھی، 402 صفحات پر مشتمل یہ وقیع روحانی دستاویز اہل عشق و عقیدت کے لیے بڑے کام کا سرمایہ ہے۔

دراصل اصل عنوان تو اس کا "خواجہ محمود محبوب اللہ سہروردی قادری دریائی دولہا علیہ الرحمۃ" ہے مگر کسی بھی روحانی شخصیت کی آفاقیت اور فیض رسانیوں کی تلاطم خیز موجیں تنہا ایک وجود سے نہیں پھوٹتیں بلکہ سلاسل تصوف کی حیرت انگیز کارفرمائیاں اس میں اثرانداز ہوتی ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ دیگر مشائخ کے تذکار بھی ہوں۔ حیات و خدمات، عبادات و کرامات اور دیگر روحانی تذکار بھی تفصیل سے پیش کیے گئے ہیں۔ بہر کیف تصوف و روحانیت پر گراں اور ضخیم کتاب ہے، حضرت مصنف نے دل و جان سے ترتیب و تالیف کے مراحل طے کیے ہیں، عام طور پر حوالوں کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

کتاب کے ابتدائی حصہ میں درج ذیل عنوانات ہیں:

سید کسے کہتے ہیں؟ تصوف اور مشائخ کے سلسلے۔ مسلکِ تصوف کسے کہتے ہیں؟ دور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ دور تبع تابعین۔ قادریہ سلسلہ، سلسلۂ خواجگان، سلسلۂ نقشبندیہ، سلسلۂ شاذلیہ، سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ شطاریہ، اور سلسلۂ سہروردیہ۔

ان مباحث پر بڑی حد تک اہم اور معلومات افزا گفتگو کی گئی ہے، زبان و بیان شستہ اور دلکش ہے، قاری تک قلم کار کی بات بڑی آسانی سے پہنچ جاتی ہے۔

سہروردی سلسلہ کی بنیاد ایران کے مشہور صوفی ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی (ولادت 1118ء/490ھ) نے ڈالی آپ کا وصال 563ھ میں ہوا، مزار پاک بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے، آپ بغداد کے جامعہ نظامیہ میں شافعی فقہ پڑھاتے تھے آپ کے باقیات میں صرف ایک کتاب "آداب المریدین" ہے۔

ہندوستان میں سہروردی سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کا بڑا اہم کردار رہا، آپ نے ملتان، اوچ اور دوسرے مقامات پر اس سلسلے کی خانقاہیں قائم کیں۔ آپ کے معروف خلفا میں شیخ اسماعیل قریشی، شیخ حسین، شیخ نھو، شیخ شرف الدین عارف، ابراہیم عراقی، سید جلال الدین سرخ بخاری، شیخ صدر الدین عارف کے خلیفہ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی ہیں۔

حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری کے خاندان میں پیدا ہونے والی شخصیات میں سید احمد کبیر اور ان کے دونوں باکمال فرزندوں سید صدرالدین راجو قتال اور سید جلال الدین مخدوم

جہانیاں جہاں گشت کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت مصنف نے وضاحت فرمائی ہے؛ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ہمارے جد اعلیٰ حضرت شاہ سید شیخ محمود محبوب اللہ کارنٹوی کے سلسلۂ روحانیت کے مرشدِ گرامی ہیں۔ حضرت سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت اپنے روحانی سفر میں کارنٹا تشریف لائے تھے۔ اب ہم ذیل میں شجرۂ عالیہ سہروردیہ شاہیہ دریائیہ کا ذکر خیر کرتے ہیں:

"* الٰہی بحرمت حضرت سیدنا ضیاءالدین عبدالقاہر ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین محمد سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت حضرت سیدنا بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت حضرت سیدنا جلال الدین حسین حیدر میر سرخ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت حضرت سیدنا سلطان احمد الکبیر بخاری سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت حضرت سیدنا جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت حضرت سید نا ناصر الدین محمود نوشہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت حضرت سیدنا برہان الدین عبد اللہ قطب عالم بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت السید سراج الدین شاہ عالم بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت السید حمید الدین چالدہ عارف باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ * الٰہی بحرمت السید شاہ محمود محبوب اللہ دریائی دولہا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اس شجرہ عالیہ سہروردیہ میں ہم نے حضرت سید شاہ محمود دریائی کا ذکر خیر کرنے کے لیے چند مشائخ کا تذکرہ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

اس کے بعد مرتب نے "حضرت قطب عالم کی گجرات آمد" کا عنوان قائم کیا ہے، اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ اوچ شریف (ملتان) سے 802ھ مطابق 1390ء میں گجرات پہنچے تھے۔ اس وقت گجرات کی راجدھانی پٹن تھی۔ یہاں آپ شیخ رکن الدین کے مہمان ہوئے، جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے نواسے تھے۔ حضرت شیخ رکن الدین نے آپ کی بہت خاطر مدارات کی تھی۔ سلطان مظفر شاہ جو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا معتقد اور مرید تھا وہ آپ سے ملنے پٹن آیا، آپ کی خدمت میں حاضری دی اور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ آپ جب گجرات میں بس گئے تب آپ کو دنیاوی علم حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ آپ مدرسہ میں داخل ہو گئے، اس مدرسہ میں حضرت مولانا علی شیخ درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے ان کی خاص توجہ سے دنیاوی علم حاصل کیا اور علوم ظاہری اور باطنی میں درجۂ کمال کو پہنچے اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال سے کچھ اوپر تھی۔

آپ کی عمر جب 14 سال کی تھی اس زمانے میں حضرت سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دکن سے گجرات تشریف لے آئے۔ پٹن پہنچ کر انھوں نے حضرت شیخ رکن الدین سے ملاقات کی۔ حضرت سید گیسو دراز بندہ نواز نے جب حضرت قطب عالم کو دیکھا تو قطبیت کے آثار آپ میں دیکھ کر خوش ہوئے، اور آپ سے کہا کہ میرے بزرگوں سے جو فیض مجھے ملا ہے وہ میں آپ کو بطور تحفہ دینا چاہتا ہوں۔

حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کثیر الاولاد تھے۔ آپ کے 12 صاحب زادے اور 17 صاحب زادیاں تھیں۔ حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کے بعد دوسرا اس طرح چار نکاح فرمائے۔ اس کے علاوہ دولت خانے میں چند لونڈیاں بھی تھیں۔ انھی میں حضرت سرکار سیدنا محمد سراج الدین شاہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ مزید معلومات کے لیے کتاب حیات قطب عالم کا مطالعہ کریں۔" (تلخیص ص:104)

کتاب میں گجرات، احمد آباد، بیرپور شریف وغیرہ کے مشائخ کے بڑے حیرت انگیز تذکار ہیں، سردست ہم خواجۂ خواجگاں، قاضی القضاۃ قدوۃ الاصفیا، مجددِ سلسلہ سہروردیہ شاہیہ، پیران پیر دستگیر سید شاہ محمود محبوب اللہ دریائی دولہا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند احوال پیش کرتے ہیں:

حضرت پیر دستگیر سید شاہ محمود محبوب اللہ دریائی دولہا

کی ولادت: "آپ کی پیدائش 873ھ مطابق 1438ء میں ہوئی۔ آپ کی جائے پیدائش کے بارے میں تحفۃ القاری میں مفاتیح القلوب لجلالۃ القروب کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ان کی پیدائش خواجہ حمید الدین کی جاے سکونت محلہ سارنگ پور احمد آباد موجودہ سارنگ پور دروازہ کے باہر سمت مشرق واقع کالوپور ریلوے اسٹیشن کے قریب میں چار توڑا قبرستان کے پاس جہاں آج حضرت دادا حضور سیدنا شاہ محمد بن خطیب قطب محمود کارنٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا آستانہ ہے۔ اور جو مسجد شاہ حماد ہے وہیں آپ کا پیدائشی گھر تھا۔" (ص:254)

یہ ایک سچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل سے آپ کو پیدائشی ولی بنایا۔ پیدا ہوتے ہی روزہ رکھنے لگے۔ عبادت و ریاضت میں بہت بلند تھے، خدمتِ خلق اور فیض رسانی کا جذبہ آپ کی رگ رگ میں بسا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کو علوم و

معارف کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے تن بدن میں رسولِ کریم ﷺ کا خون دوڑ رہا تھا۔ مختلف سلاسل کے مشائخ کی نگاہِ کرم آپ پر تھی۔ آپ کامیاب شاعر تھے، آپ کے متعدّد کلام کتاب میں نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں "جگری" ہے، "عقدہ" ہے، "غزل" ہے اور دیگر کلام بھی ہیں۔ آپ کے ملفوظات کے مجموعے بھی ہیں۔ "فوائد محمودیہ" ان میں معروف ہے۔

آپ کی بہت سی کرامات نقل کی گئی ہیں ذیل میں چند پیش کرتے ہیں:

" **فقیر کو روٹی کا سوکھا ٹکڑا دے....** حکایت: فقیری کے نزد خود پارس بھی داست بہ محبوب اللہ اظہار کردہ گریختہ بود۔

ایک روز ایک فقیر آپ کے دروازے پر حاضر ہو کر کھانا مانگ رہا تھا، جب حضرت نے اس کی آواز سنی تو خادم سے فرمایا کہ اسے روٹی کا سوکھا ٹکڑا دے دو، شاید یہ بھوکا ہوگا۔ تو خادم نے فرمان کے مطابق روٹی کا سوکھا ٹکڑا حاضر کیا، وہ سائل دیکھتے ہی غضب ناک ہو کر کہنے لگا، آپ ولایت کے شاہجہاں ہیں، مگر مکان میں توفاقہ کشی ہے اور دل میں کہنے لگا کہ ان سے بہتر میری فقیری ہے، کیوں کہ میرے پاس سنگ پارس (پارس منی) ہے۔ اور وہ خادم سے کہنے لگا کہ تو ایک لوہے کا پرانا برتن لا دے۔ تب خادم نے ایک لوہے کی پرانی کڑھائی لاکر اس فقیر کو دی تو فقیر نے کڑھائی پر وہ پتھر گھسا تو کڑھائی سونے کی ہوگئی، اس وقت وہ فقیر وہاں سے بھاگا کہ شاید یہ پتھر مجھ سے حضرت چھین نہ لیں، اس فکر میں بھاگا تو خادم نے حضرت کو اس فقیر کی تمام بات کہ سنائی، تو آپ نے خادم کو کہا کہ جا اور اس گستاخ فقیر کو پکڑ لا، اس وقت خادم دوڑا اور فقیر کو پکڑ کر لایا اور آپ کی خدمت میں حاضر کیا، تو وہ کانپتا ہوا اور ڈرتا ہوا دست بدستہ کھڑا رہا۔ تب حضرت نے اسے تسلی دی اور کہا کہ تو کیوں بھاگا تھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ کڑھائی اور پتھر مجھ سے چھین لیں گے اس ڈر سے میں بھاگا تھا۔ تب آپ نے اپنے خادم جیوا سے فرمایا کہ تو جا اور سات اینٹیں لاکر حاضر کر۔ تب خادم نے حکم کے مطابق سات اینٹیں لاکر حاضر کیں، تب حضرت نے جیوا کو کہا ان اینٹوں پر پیشاب کر، تو خادم نے آپ کے حکم کے مطابق ان اینٹوں پر پیشاب کیا تو خدا کے حکم سے وہ اینٹیں سونے کی ہوگئیں۔ تب آپ نے اس فقیر کو کہا کہ اے احمق! مجھے تو مولی نے اسم اعظم عطا کیا ہے، مجھے تیرے پارس کی حاجت نہیں اور یہ سب چیزیں مردار ہیں۔ اسے اٹھا کر لے جا اور توبہ کر، وہ شرمندہ ہو کر حضرت سے فیض ور ہو کر روانہ ہو گیا۔" (تلخیص: 274،275)

خواجہ محمود دریائی کا چند لمحوں میں مکہ پہنچ جانا: حضرت سید شاہ عبدالرزاق قدس سرہ آپ کے داماد تھے، چودہ برس تک آپ نے مکہ مکرمہ میں علم دین حاصل کیا، ایک بار انھیں اخراجات میں تنگی ہوئی، سوچا کہ چلو اپنی قیمتی چادر فروخت کر دیں اور رقم سے اپنے اخراجات پورے کریں۔ حسنِ اتفاق مرشد برحق سید شاہ محمود دریائی بیرپور شریف گجرات میں محفل سماع میں جلوہ گر تھے، انہیں اپنے داماد کی پریشانی اور چادر فروخت کرنے کے لیے جانے کا علم ہو گیا۔ پیر دریائی قدس سرہ نے اہل محفل سے فرمایا کہ کسی کے پاس رقم ہو تو دو، سید عبدالرزاق مکہ شریف میں روپیوں کے لیے پریشان ہیں وہ اپنی چادر فروخت کرنے کے لیے نکل چکے ہیں، محفل سے ایک شیدائی اٹھا اور اس نے پانچ عدد سکہ رائج الوقت حضرت کی بارگاہ میں دیا اور تاریخ نوٹ کر لی۔

سید عبدالرزاق قدس سرہ علم و فضل اور تصوف و روحانیت میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، جب وہ مکہ شریف سے بیرپور شریف انڈیا تشریف لائے تو ان سے دریافت کیا گیا، انہوں نے پورے واقعہ کی تصدیق فرمائی، اہل محفل اور دیگر متعلقین کو یقین ہو گیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو فیض رسانی کی حیرت انگیز قوت عطا فرمائی ہے۔

آپ کا عقد مسنون حضرت خواجہ دریا دولہا کی دختر نیک اختر سیدہ مخدوم بی بی صاحب جمال کے ساتھ ہوا۔ موصوف کو بادشاہ مظفر شاہ حلیم نے اسلام خان کا لقب، دیا نیز بڑے بڑے القاب سے نوازا گیا، آپ کا مزار پر انوار بالاسور تالاب کے کنارے ہے، آپ کا عرس بھی یادگار ہوتا ہے۔ آپ حضرت دریا دولہا کے مرید و خلیفہ بھی ہیں، آپ نے اپنے مرشد گرامی کے فارسی میں ملفوظات جمع فرمائے جن کا نام "فوائد محمودیہ" ہے۔

وردِ اسمائے محمودی: تحفۃ القاری صفحہ 3 میں رسالہ "فوائد محمودیہ" کے حوالے سے حلِ مشکلات کا عمل لکھ کر بتایا ہے کہ اگر کوئی محبت الٰہی کی طلب کے لیے یا نہ پوری ہونے والی مرادوں کو پانے کے لیے حضرت محمود دریائی دولہا کے وسیلہ سے ہر روز ہر نماز کے بعد سات بار کامل عقیدے اور پرہیزگاری کے ساتھ پڑھے گا انشاءاللہ اپنی مراد کو پہنچے گا۔ حضرت کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد نبيك وعليه الكريم

(1)-الٰہی بحرمت حضرت میاں محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(2)-الٰہی بحرمت حضرت قاضی محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(3)-الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(4)-الٰہی بحرمت حضرت شاہد اللہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(5)-الٰہی بحرمت حضرت مشہود اللہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(6)-الٰہی بحرمت حضرت عاشق اللہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(7)-الٰہی بحرمت حضرت معشوق اللہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ابن شیخ المشائخ حمیدالدین عرف چاہلدہ الخاطب بہٰذہ الخطاب من رسول رب العالمین العباسی مجن شاہی حاجات من بے چارا را برآوردہ گردانہ بحرمت الٰہی آخرالزمانی (ﷺ) آمین۔ آمین۔آمین۔(یہ ورد درودِ محمودی کے نام سے بھی مشہور ہے۔)"
(ص:310،311)

دریائی لکھنے کی وجہ اور دیگر فضائل: آپ نے بہت سے تاجروں اور مریدوں کو دریاؤں کے طوفانوں سے بچایا بعد میں پریشان حال افراد سے ان کی تصدیقات بھی کی۔اس قسم کی متعدّد کرامات پیش نظر کتاب میں درج ہیں، اسی لیے آپ کو دریائی دولہا کہا جاتا ہے۔

کتاب کے آخر میں چند ابواب ہیں:

بیرپور شریف ایک نظر میں (آج اور کل)۔ شائع کی گئی کتابیں: بفضلہٖ تعالیٰ مختلف موضوعات پر 22 کتابیں شائع ہوئی ہیں۔اسی طرح بہت سی مفید باتیں درج ہیں آخر میں مناقب بھی پیش کیے گئے ہیں۔

یہ ایک سچائی ہے کہ کتاب میں مسائل تصوف، روحانیت کے رموز اور کثیر مشائخ کے احوال اور فیض رسانیوں کے حیرت انگیز واقعات درج ہیں۔اب ہم پر لازم ہے کہ اس تذکرے کے مرتب کا بھی ذکر خیر کیا جائے۔

سجادہ نشین مصنف کا ذکر خیر: مصنف ہیں محبوب المشائخ نور الاولیا غلام عباس المعروف بہ پیر سید الحاج محمد مدنی بابا ایف دریائی، سجادہ نشیں درگاہ شریف، بیرپور، ضلع مہیسا، گجرات۔

8 شعبان المعظم 1386ھ، بروز پیر بوقت صبح صادق مطابق 22 جولائی 1965ء کو ولادت ہوئی۔

والد ماجد شیخ فتح محمد کی طرف سے غلام عباس نام رکھا گیا۔آپ کی پیدائش کے وقت نانا جان پیر سید الحاج عبدالرزاق باواجی کے دوران مدینہ شریف میں موجود تھے۔وہیں پیدائش کی خبر ملتے ہی اپنے نواسے کا نام محمد مدنی میاں رکھا تو والد صاحب حضرت فتح محمد نے خط لکھ کر بتایا کہ حضور آپ کے رکھے ہوئے نام سے ہی آپ کا نواسہ مشہور ہوگا اور میرا رکھا ہوا نام صرف کاغذ پر ہوگا۔ایسا ہی ہوا جیسا والد صاحب نے فرمایا تھا۔

آپ کو ہند اور بیرونِ ہند متعدّد مشائخ نے خلافتیں عطا فرمائی ہیں دین وسنیت کی خدمت کرنا آپ کی زندگی کا مقصد رہتا ہے۔

آپ نے حسب ذیل کتابیں لکھنے کا شرف حاصل کیا۔

(1) حلال اور حرام (2) کفن، دفن۔(3) سوانح خواجہ دریائی دولہا۔(4) ورد وظائف کا طریقہ۔(5) اسلامی طریقۂ زندگی۔

اس کے علاوہ آپ سنی میگزین میں اپنے کالم میں لکھتے رہتے ہیں۔آپ نے "فیض دریائی" نامی رسالہ 1 جنوری 2015ء سے 2 فروری 2020ء تک مسلسل شائع کیا تھا۔بعدازاں اسے بند کردیا گیا۔

آپ نے دعوت و تبلیغ کے لیے افریقہ، زامبیا، عراق، مصر، تنزانیہ، کینیا، کومروس اور سعودی عرب وغیرہ ملکوں کا سفر کیا ہے۔

یہ سچ اور حق ہے کہ حضرت مصنف نے بڑی محنت وجاں فشانی سے یہ ضخیم روحانی دستاویز مرتب فرمائی ہے۔آپ کے زورِ بیان میں عشق ووارفتگی کی فراوانی ہے۔آپ کو اپنے مشائخ خاص طور پر حضرت خواجہ محمود دریائی کے تعلق سے جذباتی لگاؤ ہے۔حضرت مصنف کے اہلِ خانہ بھی مختلف ملکوں میں اپنی اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ہاں یہ سچائی ہے کہ کتاب معلومات افزا ہے مگر جدید طرز تحریر کا فقدان کہیں کہیں نظر آتا ہے بعض باتیں ہم بھی سمجھنے سے قاصر رہے لفظوں کے استعمال اور بات کہنے کے انداز سے لگتا ہے کہ مصنف کے ذہن پر گجراتیت کا غلبہ ہے، عام طور پر کمپوزنگ کی غلطیاں ہیں جن کی نشاندہی کرنے کے لیے کثیر وقت درکار ہے۔

مصنف دام ظلہ العالی نے اس عظیم کتاب میں حیرت انگیز محنت فرمائی ہے، ہم محترم مصنف دام ظلہ العالی کو بھرپور تبریکات پیش کرتے ہیں اور مسلم کمیٹی امام احمد رضا منزل ویری دروازہ گونڈل گجرات کو بھی اشاعتی کارگزاری کے لیے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہم سب کو خوب جزاؤں سے سرفراز فرمائے اور کتاب کو بھرپور مقبولیت عطا فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔******

خیابان حرم

نعت و منقبت

صلاۃ اور سلام

روح کا راگ ہو ہر سازِ صلاۃ اور سلام
جھوم کر دیکھوں میں اعجازِ صلاۃ اور سلام

طغرے آنکھوں میں ہوں بس صلِ علیٰ کے روشن
دل اٹھائے مرا ہر نازِ صلاۃ اور سلام

جی اٹھوں پھر سے میں اک مردۂ امید بشر
دیکھ لوں کاش یہ اعجازِ صلاۃ اور سلام

طعنِ گستاخ کے پنجرے کی سلاخیں ٹوٹیں
پر کھلیں جب بہ تگ و تازِ صلاۃ اور سلام

مجھ کو انجامِ عدو صاف نظر آتا ہے
جب کیا کرتا ہوں آغازِ صلاۃ اور سلام

نہ سمجھ پائے نہ سمجھیں گے کبھی زاغ و زغن
کس بلندی پہ ہے شہبازِ صلاۃ اور سلام

ریزہ ریزہ ہو بدن میرا اگر خاکِ لحد
آئے ہر ذرے سے آوازِ صلاۃ اور سلام

مہتاب پیامی

سلام بحضور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

السلام اس بوسہ گاہِ مصطفیٰ
السلام اے نورِ چشمِ مرتضیٰ
السلام اے لختِ قلبِ فاطمہ
اے روح و جانِ مجتبیٰ
السلام اے بسملِ تیغِ جفا
السلام ان زخمیِ تیرِ قضا
السلام اے صدرِ بزمِ اتقیا
السلام اے محوِ تسلیم و رضا
السلام اے مظہرِ خوابِ خلیل
السلام اے جامِ بخشش بے سبیل
السلام اے مصدرِ صبرِ جمیل
السلام اے عاشقِ ربِّ جلیل
السلام اے سیدِ عالی مقام
السلام اے دین کے سچے امام
السلام اے زینتِ بیت الحرام
آپ سا صابر کوئی دیکھا نہیں
السلام اے پیشوائے سالکیں
السلام اے رہبرِ دینِ متیں
سرورِ عالم امیر المؤمنیں
میں بھی ہوں مشتاقِ الطافِ عمیم
اے کریم ابن الکریم ابن الکریم

سرکار محبوب ذات علیہ الرحمہ

منقبت درشان موذن رسول
سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصال: 20 محرم الحرام، 20ھ

....

کون جانے کیا ہی تیری شان و عظمت ہے بلال
تیری رفعت پر تو خود حیران رفعت ہے بلال
نازشِ صبر و رضا، شانِ عزیمت ہے بلال
پیکرِ ہمت، سراپا استقامت ہے بلال
فتح مکہ جب ہوئی کعبے کی چھت سے دی اذاں
اللہ اللہ کیسی تیری شان و شوکت ہے بلال
تو نے کی سچی محبت مصطفیٰ سے اس لیے
نام تیرا عاشقوں کے دل کی راحت ہے بلال
خواب میں آکر بلائیں بارگاہ ناز میں
تجھ سے کتنی شاہ بطحا کو محبت ہے بلال
عشق کرنا سیکھتی ہے تجھ سے دنیا آج بھی
زندگی تیری کتابِ عشق و الفت ہے بلال
تو امامِ عاشقاں ہے اس میں کوئی شک نہیں
ہر نمازِ عشق میں تیری امامت ہے بلال
ظلم تو سہتا رہا لیکن احد کہتا رہا
جس کے آگے ظلم ہارا، تیری ہمت ہے بلال
ہر مؤذن کا تجھے سردار، آقا نے کہا
مثلِ مہر و مہ عیاں تیری فضیلت ہے بلال
حشر کے دن اونٹنی پر دیتا آئے گا اذاں
بارگاہِ حق میں تیری کتنی عزت ہے بلال
تیرے صدقے ہو گیا قاسم پہ یہ فضلِ خدا
اس کے حصّے میں بھی آئی تیری مدحت ہے بلال

محمد قاسم مصباحی ادروی

صدائے بازگشت

سہ ماہی "خاتم النبیین ﷺ" کا اجرا
مشمولات پر ایک نظر

- **پیشوائی**- سید صابر حسین شاہ بخاری (مدیر اعلیٰ)

پیغامات-

- **ہدیۂ تبریک وتحسین**- علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں۔
- **لائق آفرین وتحسین**- علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی
- **عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ**- علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی
- **جذبۂ تحفظ ختم نبوت کی شعاع کرم**- مفتی محمد قمر الحسن قمر بستوی
- **بڑی کاوش، عظیم سعادت**- صوفی گلزار حسین قادری برکاتی
- **خراج تحسین**- صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری
- **ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا**- علامہ مفتی تصدق حسین رضوی
- **ایک فکری نظریاتی مجلہ**- ابوسنان عتیق الرحمن رضوی
- **مجلہ خاتم النبیین ﷺ کی جلوہ گری**- ابوالبرکات محمد ارشد سبحانی
- **نہایت اہم کارنامہ**- مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی
- **رسالہ "خاتم النبیین ﷺ" کی ضرورت**- مولانا اسلام الدین احمد انجم فیضی

مقالات: قرآنیات:

- **تحفظ ختم نبوت اور قرآن مجید**- مولانا محمد شریف الحق رضوی ارشدی
- **عقیدۂ ختم نبوت تفاسیر کی روشنی میں**- مولانا محمد ناصر خان

احادیث:

- **تحفظ ختم نبوت اور احادیث مبارکہ**- مولانا محمد شریف الحق رضوی ارشدی

اولیات:

- **ختم نبوت کے اولیں محافظ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ**- سید صابر حسین شاہ بخاری (مدیر اعلیٰ)
- **تحفظ ختم نبوت کے شہید اولیں حضرت سیدنا خبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ**- مولانا خلیل الرحمٰن رضوی

تحقیقات:

- **مختار ثقفی کا دعویٰ نبوت**- مفتی محمد داؤد رضوی

تعاقبات:

- **علامہ عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور تعاقب قادیانیت**- سید طارق مسعود کاظمی
- **قادیانیت، عصر حاضر کا بدترین فتنہ**- علامہ مبارک حسین مصباحی

تفکرات:

- **تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں (1)**- ابوالنور پیر سید نجم مصطفیٰ بخاری
- **تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں (2)**- مولانا محمد فیضان رضا علیمی
- **تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داریاں (3)**- مولانا حافظ فرمان علی رضوی

منظومات:

- **آپ احمد، محمد ہیں یا مصطفیٰ! آپ ہیں مجتبیٰ خاتم الانبیا**- تنویر پھول
- **آپ اللہ کے ہیں نبی آخری، اے حبیب خدا، خاتم الانبیاء**- تنویر پھول
- **آپ ختم الانبیاء ہیں، آپ ہی ختم الرسل**- تنویر پھول
- **ابتدا "خاتم النبیین" کی**- عروس فاروقی
- **برھان سے پارہا ہے اجرا جریدۂ خاتم النبیین**- ظفر برھانی
- **رب کا فضل ہوا آئی رحمت کی صدا**- فرمان علی رضوی
- **شاہ دیں مصطفیٰ، خاتم الانبیا**- سید اولاد رسول قدسی مصباحی
- **کبھی تم قادیانی کو نہ ہرگز احمدی کہنا**- تنویر پھول
- **لائے سہ ماہی جریدہ محترم صابر حسین**- تنویر پھول
- **میرے آقا! آپ ختم الانبیا، ختم الرسل**- تنویر پھول
- **نہ ہم نے بنیاد ڈالی نہ ہم نے کوئی ستم کیا ہے**- بابر حسین بابر

گزارشات:

- **سنی اہل علم وقلم متوجہ ہوں**- سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

طالب الدعا:

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

حرکت میں ہے زندگی

مکرمی! جب ہم کسی چیز میں حرکت دیکھتے ہیں تو اس کے زندہ ہونے کا اعلان کرتے ہیں کہ ابھی اس میں جان باقی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو چیزیں کسی سرد خانے میں بے جان پڑی رہتی ہیں۔ جب زندگی کی رمق باقی رہتی ہے تو ہم اس کے تئیں بہت فکر مند ہو جاتے ہیں کہ کسی طرح اس میں زندگی لوٹ آئے، یہ جی اٹھے۔ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ لیکن جب چیزوں سے حقیقی یا معنوی طور پر زندگی کا تصور ختم ہو جائے تو وہ چیز بے فائدہ ہو جاتی ہے اس کا وجود بوجھ بن جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا چاہیے کہ ہم زندہ یا نہیں؟ ہماری صلاحیتیں زندہ ہیں یا زنگ آلود ہو چکی ہیں؟ ہماری ذات سے معاشرے کو فائدہ پہنچ رہا ہے یا ہمارا وجود بوجھ بنتا جا رہا ہے۔ اپنے وجود کو بوجھ نہ بنائیں بلکہ اپنی صلاحیتوں کو بروے کار لا کر قوم و ملت کا بوجھ ہلکا کر دیں۔ جلالۃ العلم حافظ ملت شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کا قول ہے "کام کے آدمی بنو، کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے" ایک جگہ فرمایا کہ "آدمی کو کام کرنا چاہیے، شہرت اور ناموری کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ کام کرو، نام ہو ہی جائے گا" ان اقوال پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

تحریر و قلم سے وابستہ افراد کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ خوب مطالعہ کریں، صحیح سمت میں مطالعہ کریں تاکہ ان کے علم سے دوسرے لوگ استفادہ کر سکیں۔ مطالعے کے ساتھ لکھنا بہت ضروری ہے۔ لکھتے رہنے سے نئے نئے افکار پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے قلم میں روانی بھی پیدا ہوتی ہے اور قلم جب ایک بار رک جاتا ہے تو اس کو رواں کرنا وقت طلب کام ہے۔ اس لیے ہر دن کچھ نہ کچھ لکھنے کی عادت بنائیں تاکہ قلم زندہ رہے۔ قلم کی شناخت زندہ رہے۔ افکار و خیالات تازہ رہیں یہ اوصاف حرکت سے پیدا ہوں گے کیوں کہ حرکت میں زندگی ہے۔

آخری بات، میں نے سطور بالا میں صرف تحریر و قلم سے وابستہ افراد کا تذکرہ کیا ہے لیکن "حرکت میں برکت" کا قاعدہ ہر کسی کے لیے کارآمد ہے۔ آپ جس شعبے سے بھی متعلق ہوں اپنے کام میں لگے رہیں۔ حرکت جاری رکھیں۔ اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرتے رہیں۔ اپنے وجود کو قیمتی بنائیں اور قوم و ملت کی ضرورت بن جائیں۔ اس میں ہر کسی کے لیے دعوت فکر و عمل ہے۔

از: **محمد عارف رضا نعمانی مصباحی**، ایڈیٹر: پیام برکات، علی گڑھ

سہ ماہی خاتم النبیین ﷺ کی طباعت

محترم المقام حضرت العلام زید مجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سہ ماہی مجلہ "خاتم النبیین ﷺ" (انٹرنیشنل) کا پہلا شمارہ بڑے سائز میں 248 صفحات میں ترتیب و تدوین اور تزئین و آرائش کے مراحل سے گزر کر طباعت کے لیے پر تول رہا ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ یہ خصوصی شمارہ نہایت آب و تاب سے منصہ شہود پر لایا جائے اور پھر اسے علمی و روحانی شخصیات کی خدمت میں پہنچایا جائے۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام مع الاکرام

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

ماہ نامہ اشرفیہ کی پی ڈی ایف فائل

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی محترم المقام حضرت العلام ادیب شہیر، مصنف بے نظیر علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب زید مجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چار پانچ ماہ سے فقیر کو وہاٹس ایپ پر ماہ نامہ اشرفیہ کے شمارے پی ڈی ایف فائلوں میں نہیں مل رہے، مہربانی فرما کر بھجوا دیں۔ اپنی خیریت سے بھی مطلع فرمائیں۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

والسلام مع الاکرام

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

نوٹ: ہم نے ماہ نامہ اشرفیہ کی پی ڈی ایف فائلیں روانہ کر دی ہیں۔ موصوف دامت برکاتہم العالی نے وصولیابی سے بھی مطلع فرما دیا۔ شکریہ

*****

خیر و خبر

سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کی تعلیمات کو عام کریں اور ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کریں

آج کل تعصب و نفرت اور شدت و دہشت کا بازار جو ہر چہارم جانب گرم ہے ایسے مشکل حالات میں سب سے اہم کام امن و امان کی فضا کو قائم کرنا ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اخوت و محبت کے چراغ کو روشن کرنا ہوتا ہے۔ تو اس کے لیے آپ صوفیا کی سیرت اور ان کے اقوال مبارکہ کو جتنا عام کر سکتے ہیں کریں۔ اس سے ماحول سازگار اور فضا خوشگوار ہوگی۔ حضور سیدنا سلطان مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 636/ واں عرس مقدس ہے۔ اور عرس کی شروعات 25/ محرم الحرام شریف سے ہی ہو جاتی ہے اور سرکار مخدوم پاک کا یوم وصال 28/ محرم الحرام شریف ہے۔ ان ایام میں سرزمین نور کچھوچھہ مقدسہ میں لاکھوں زائرین رہتے ہیں۔ جو مختلف مذہب اور مختلف جگہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

عرس کے ایام میں علما و مشائخ کے ساتھ ادبی، سیاسی حضرات بھی کثیر تعداد میں بارگاہ سلطانی میں سلامی دینے آتے ہیں اور اس بارگاہ سے ہر سال نہ جانے کتنے مریض اپنے مہلک مرضوں سے شفایاب ہو کر خوش و خرم زندگی گذارتے ہیں سرکار مخدوم پاک کے ایسے نادر و نایاب ملفوظات ہیں جن کو جتنا عام کریں اتنا زیادہ مخلوق خدا کا فائدہ ہوگا۔ آج ہر عقیدت مند کی اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم سب سرکار سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کے عرس کے موقع پر ان کی تعلیمات کو عام کریں۔

مخدوم پاک بادشاہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ عظیم عالم و عارف اور مجدد وقت تھے۔ آپ کو محبوب یزدانی کہا جاتا ہے۔ آج ساری دنیا میں سلسلۂ قادریہ چشتیہ اشرفیہ پایا جاتا ہے اور اس بارگاہ کے کفش برداروں نے ہر دور میں بے مثال دینی، ملی اور ادبی خدمات کے فرائض انجام دیے ہیں۔ تارک السلطنت سرکار مخدوم پاک اپنے والد کی طرف سے حسینی سادات ہیں۔ تمام عقیدت مندوں سے گذارش ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق سرکار مخدوم پاک کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کریں اور فاتحہ ضرور کرائیں۔

از: (مفتی) محمد منظر حسن خان اشرفی مصباحی
بانی عالمی سنی صوفی تحری (الہند)

جامعہ گلشن فاطمہ بنگلور میں سید شاہ گلزار اسماعیل واسطی کا خطاب

15 اگست 2022 بروز پیر جامعہ گلشن فاطمہ مونیشوار نگر، th6 کراس، شام پور مین روڈ، بنگلور جو امام احمد رضا مومنٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے، میں الحمد للہ شہزادۂ فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جانشین سرکار مسولی گلزار ملت حضرت الحاج سید شاہ گلزار اسمعیل واسطی قادری رزاقی اسماعیلی، مسولی شریف کی بعد نمازِ مغرب تشریف آوری ہوئی اور اسی موقع پر ایک محفل کا انعقاد ہوا جس میں حضور والا نے جامعہ ھذا کے جملہ طالبات و معلمات سے مخاطب فرما کر علم دین اور علم دین حاصل کرنے والے کی فضائل پر بیان فرمایا۔ دین پر استقامت اور مسلک اہل سنت پر زندگی گذارنے کی ترغیب دلائی ساتھ ہی پورے جامعہ کا معاینہ فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

از شعبہ نشر و اشاعت امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور

انوار البیان اول و دوم

مقامِ مسرت ہے کہ حضرت مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی نے آل راجستھان سنی تبلیغی جماعت کی درسی کتاب انوار البیان مرتب فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف کی گراں قدر محنت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

*****

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

September 2022

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریبًا گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN